ماہنامہ خواتین

# ماہنامہ خواتین

ربیع الثانی 1448ھ ستمبر 2026ء

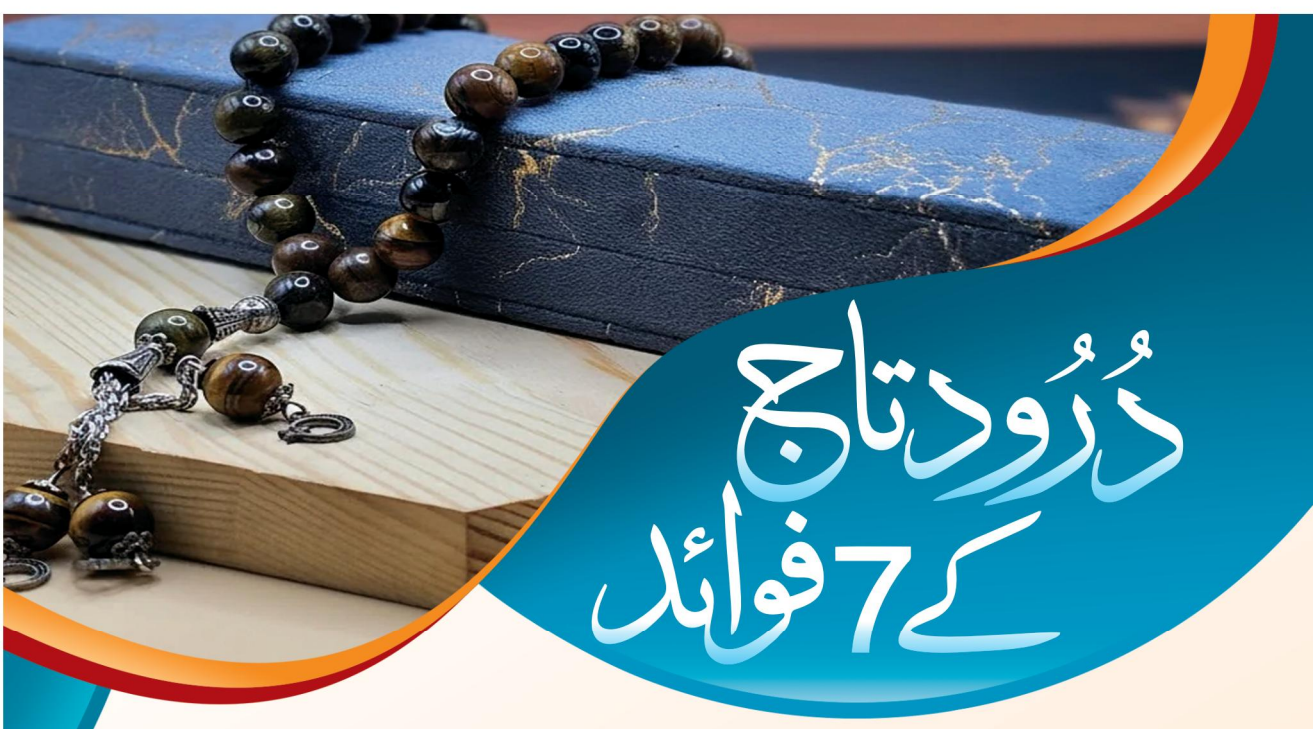



جلد:05

شمارہ:09

گیارہویں شریف مبارک ہو

ویب ایڈیشن



# دُرُود تاج کے 7 فوائد

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَاحِبِ التَّاجِ وَ الْمِعْرَاجِ وَ الْبُرَاقِ وَ الْعَلَمِ ط دَافِعِ الْبَلَآءِ وَ الْوَبَآءِ وَ الْقَحْطِ وَ الْمَرَضِ وَ الْاَلَمِ ط اِسْمُهٗ مَکْتُوْبٌ مَّرْفُوْعٌ مَّشْفُوْعٌ مَّنْقُوْشٌ فِی اللَّوْحِ وَ الْقَلَمِ ط سَیِّدِ الْعَرَبِ وَ الْعَجَمِ ط جِسْمُهٗ مُقَدَّسٌ مُّعَطَّرٌ مُّطَهَّرٌ مُّنَوَّرٌ فِی الْبَیْتِ وَ الْحَرَمِ ط شَمْسِ الضُّحٰی بَدْرِ الدُّجٰی صَدْرِ الْعُلٰی نُوْرِ الْهُدٰی کَهْفِ الْوَرٰی مِصْبَاحِ الظُّلَمِ ط جَمِیْلِ الشِّیَمِ ط شَفِیْعِ الْاُمَمِ ط صَاحِبِ الْجُوْدِ وَ الْکَرَمِ ط وَ اللّٰهُ عَاصِمُهٗ وَ جِبْرِیْلُ خَادِمُهٗ وَ الْبُرَاقُ مَرْکَبُهٗ وَ الْمِعْرَاجُ سَفَرُهٗ وَ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی مَقَامُهٗ وَ قَابَ قَوْسَیْنِ مَطْلُوْبُهٗ وَ الْمَطْلُوْبُ مَقْصُوْدُهٗ وَ الْمَقْصُوْدُ مَوْجُوْدُهٗ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ اَنِیْسِ الْغَرِیْبِیْنَ رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ رَاحَةِ الْعَاشِقِیْنَ مُرَادِ الْمُشْتَاقِیْنَ شَمْسِ الْعَارِفِیْنَ سِرَاجِ السَّالِکِیْنَ مِصْبَاحِ الْمُقَرَّبِیْنَ مُحِبِّ الْفُقَرَآءِ وَ الْغُرَبَآءِ وَ الْمَسَاکِیْنَ سَیِّدِ الثَّقَلَیْنِ نَبِیِّ الْحَرَمَیْنِ اِمَامِ الْقِبْلَتَیْنِ وَ سِیْلَتَنَا فِی الدَّارَیْنِ صَاحِبِ قَابَ قَوْسَیْنِ مَحْبُوْبِ رَبِّ الْمَشْرِقَیْنِ وَ الْمَغْرِبَیْنِ جَدِّ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ مَوْلَانَا وَ مَوْلَی الثَّقَلَیْنِ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ نُوْرٍ مِّنْ نُوْرِ اللّٰهِ ط یَا اَیُّهَا الْمُشْتَاقُوْنَ بِنُوْرِ جَمَالِهٖ صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

1 جو شخص عروجِ ماہ (یعنی چاند کی پہلی سے چودھویں تک) شبِ جمعہ میں بعد نمازِ عشا باوضو پاک کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر ایک سو ستر بار اس دُرُودِ پاک کو پڑھ کر سو رہے، گیارہ شب مُتواتر (یعنی بلاناغہ) اسی طرح کرے اِن شآءَ اللہ حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی زِیارت سے مشرَّف ہو گا 2 سحر و آسیب جن و شیطان کے دفع کیلئے اور چیچک کے لئے 11 بار پڑھ کر دَم کرے اِن شآءَ اللہ فائدہ ہو گا 3 قلب کی صفائی کے لئے ہر روز بعد نماز صبح ساٹھ بار اور بعد نمازِ عصر تین بار اور بعد نمازِ عشا 3 بار وِرد رکھے 4 دشمنوں، ظالموں، حاسِدوں اور حاکموں کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے اور غم و غربت دور ہونے کے لئے چالیس شب متواتر (یعنی بلاناغہ) بعد نمازِ عشا 41 بار پڑھے 5 روزی میں بَرَکت کے لئے سات بار بعد نمازِ فجر ہمیشہ وِرد رکھے 6 اگر حاملہ پر خَلَل (یعنی تکلیف) ہو تو سات دن برابر سات مرتبہ پانی پر دَم کر کے پلائے 7 واسطے مواصلتِ طالب و مطلوب (جائز محبت مثلاً میاں بیوی میں محبت) اور ہر مقصود کے لئے آدھی رات کے بعد باوُضو چالیس بار صِدق و یقین کے ساتھ پڑھے اِن شآءَ اللہ مطلوبِ دلی حاصل ہو گا۔ (مدنی پنج سورہ، ص175 مکتبۃ المدینہ)

# فہرست


| | | | |
|---|---|---|---|
| **قرآن وحدیث** | | | |
| تفسیرِ قرآنِ کریم | منافق عورتوں کے بُرے کام | محترمہ بنتِ شہزاد مدنیہ عطاریہ | 2 |
| شرحِ حدیث | اللہ پاک کے ولی کی شان | شعبہ ماہنامہ خواتین | 4 |
| **ایمانیات وعبادات** | | | |
| عبادات | جمعرات اور شبِ جمعرات کی عبادات | محترمہ اُمِّ غزالی مدنیہ عطاریہ | 6 |
| **فیضانِ سیرت** | | | |
| اخلاقِ نبوی | حضور ﷺ کی مہاجرین سے محبت | محترمہ بنتِ ابدال عطاریہ | 8 |
| معجزاتِ انبیا | حضرت داود علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (قسط2) | شعبہ ماہنامہ خواتین | 10 |
| ازواجِ انبیا | سیدہ میمونہ (دوسری وآخری قسط) | شعبہ ماہنامہ خواتین | 13 |
| نیک خواتین کے سبق آموز واقعات | تسبیحِ فاطمہ | محترمہ ام سلمہ مدنیہ عطاریہ | 16 |
| **فیضانِ بزرگانِ دین** | | | |
| فیضانِ اعلیٰ حضرت | شرح قصیدۂ معراجیہ (آخری قسط) | محترمہ بنتِ اشرف مدنیہ عطاریہ | 17 |
| فیضانِ امیرِ اہلِ سنت | پیغام بنتِ عطار-63 نیک اعمال (نیک عمل نمبر 44) | محترمہ بنتِ عطار باجی | 19 |
| | شرح شجرۂ قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ (قسط11) | محترمہ اُمِّ فیضان مدنیہ عطاریہ | 21 |
| **اسلام اور خواتین** | | | |
| بیٹیوں کی تربیت | بیٹیوں کو توکل علی اللہ کی تربیت دیں | محترمہ اُمِّ میلاد عطاریہ | 22 |
| خاندان میں عورت کا کردار | سمدھن کا کردار | محترمہ بنتِ مدثر مدنیہ عطاریہ | 24 |
| **علم نور ہے** | | | |
| قرآنیات | اعجاز القرآن | محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ | 26 |
| **دارالافتاء اہلسنت** | | | |
| شرعی رہنمائی | | مفتی فضیل رضا عطاری | 28 |
| اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل | | | 30 |
| **رسم ورواج** | | | |
| | اعتقادات وتوہمات (قسط نمبر5) | محترمہ بنتِ مقصود عطاریہ | 31 |
| **اخلاقیات** | | | |
| کرنے والے کام | بزرگوں کا ادب کیجئے | محترمہ ام انس عطاریہ | 33 |
| نا کرنے والے کام | بزرگوں کی بے ادبی کرنے کی مذمت | محترمہ اُمِّ شجاع عطاریہ | 35 |
| **فیضانِ دعوتِ اسلامی** | | | |
| نئی لکھاری | تحریری مقابلہ | محترمہ بنتِ شکیل احمد عطاریہ | 37 |
| فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز کی جھلکیاں | فیضانِ چہل حدیث کورس | شعبہ فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز | 40 |



چیف ایڈیٹر
مولانا ابو الابصار قادری

سینئر معاون
مولانا ابوزین العابدین عطاری مدنی

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہل سنت (دعوتِ اسلامی)



اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریری) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net
صرف اسلامی بہنیں: +923486422931



پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ دعوتِ اسلامی



# مُنافق عورتوں کے بُرے کام

محترمہ بنتِ شہزاد مدنیہ عطاریہ معاونہ و متخصصہ دارالافتاء اہلسنت دھوراجی کراچی

قرآنِ کریم ہدایت کا عظیم سرچشمہ ہے، جس نے انسانیت کے سامنے خیر و شر، حق و باطل اور ایمان و نفاق کا واضح فرق بیان کیا۔ جس طرح اس نے مومن مردوں اور عورتوں کے پاکیزہ اوصاف بیان فرمائے، اسی طرح منافق مردوں اور عورتوں کے بُرے کردار اور عادات بھی واضح کیے، تاکہ مسلمان ان سے عبرت حاصل کریں اور اپنی اصلاح کریں۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ یَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ (پ10، التوبہ:67) ترجمہ: منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی ہیں، برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اس نے انہیں چھوڑ دیا۔ بیشک منافقین ہی نافرمان ہیں۔

## تفسیر

حضور انور کے زمانہ میں منافق مرد کل تین سو تھے اور منافق عورتیں ایک سو ستر تھیں۔ (آیت کا) خلاصہ یہ ہے کہ منافقین اگرچہ دین میں مختلف ہیں مگر منافقت اور بدعملیوں اور اسلام کی دشمنی میں ایک ہی ہیں اس کی تفصیل یہ ہے: (1) ایک دوسرے کو برائیوں، حضور کی مخالفتوں، اسلام کی دشمنی اور دوسرے برے کاموں کا حکم دیتے ہیں۔ (2) اچھے اچھے عقیدوں، ایمان، اخلاص اور اچھے اعمال، نماز، حج وغیرہ سے روکتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ خفیہ خفیہ بعض مومنین کو برائیوں کا مشورہ دیتے ہیں اور اچھائیوں سے روکتے ہیں، ان مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی طرف سے شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔ (3) ان میں تیسرا عیب یہ ہے کہ یَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَهُمْ اپنے ہاتھ سمیٹے رہتے ہیں نہ صدقہ و خیرات کرتے ہیں نہ کراتے ہیں۔ یا ہر بھلائی سے اپنے ہاتھ روکے رہتے ہیں یا دعا میں مسلمانوں کے ساتھ عموماً ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ (4) ان کا چوتھا عیب یہ ہے کہ یہ اللہ پاک کو بھول گئے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا ہی میں اللہ پاک نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور انہیں بھولا بسرا بنا دیا ہے۔ منافق بڑے ہی فاسق بدکار لوگ ہیں۔ اللہ پاک نے منافق مردوں، منافق عورتوں اور کھلے کافروں ان سب سے دوزخ کی آگ کا وعدہ کر لیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ صرف وہاں کا عذاب ہی ان کی سزا کے لیے کافی ہے۔

منافقین مذہبی لحاظ سے نرے کافر ہوتے ہیں، اس لیے وہ عذابِ آخرت میں برابر کے شریک ہیں۔ سارے کفار خواہ وہ مشرکین ہوں یا یہود و نصاریٰ یا کوئی اور؛ اسلام دشمنی میں یکساں ہیں۔ اچھی باتوں اچھے کاموں سے روکنا کفار و منافقین کا طریقہ ہے۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو ہمیشہ نیاز فاتحہ، میلاد شریف وغیرہ کارِ خیر سے ہی مسلمانوں کو روکتے ہیں۔ حرام رسموں، کھیل تماشوں سے روکنے پر زور نہیں دیتے، روکتے ہیں تو اللہ و رسول کے ذکر سے اچھی مجلسوں سے۔ راہِ خدا میں خرچ سے رکنا اور روکنا بھی منافقوں کا طریقہ ہے۔ بدترین زندگی وہ ہے جو رب سے غفلت میں گزرے۔ یہ زندگی منافقوں کی ہے۔[1]

اس آیت کے تحت تفسیرِ خازن میں ہے: منافق مرد اور منافق عورتیں سب نفاق اور اعمالِ خبیثہ میں برابر ہیں۔ ان کا

حال یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کو شرک و گناہ کرنے اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو جھٹلانے کا حکم دیتے ہیں، ایمان و بندگی اور تصدیقِ رسول سے منع کرتے ہیں، راہِ خدا اور ہر خیر کے کام میں خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ انہوں نے اللہ پاک کو بھلا دیا اور انہوں نے اس کی اطاعت و رضا طلبی نہ کی تو اللہ پاک نے انہیں چھوڑ دیا اور ثواب و رحمت سے محروم کر دیا، بے شک وہی نافرمان ہیں۔[2]

اس کے علاوہ بھی کئی آیاتِ مبارکہ میں منافقین کے کرا عمال بیان کیے گئے ہیں جیسا کہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْۚ-وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰىۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا (پ5، النسآء: 142)

ترجمہ: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑے سست ہو کر لوگوں کے سامنے ریاکاری کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں۔

یہاں منافقوں کی ایک اور بری خصلت کا بیان ہے وہ یہ کہ یہ اپنے گمان میں اللہ پاک کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، حقیقتاً تو مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں کیونکہ حقیقت میں تو اللہ پاک کو فریب دینا ممکن نہیں۔ ان کے اس فریب کا جواب انہیں اللہ پاک دے گا کہ انہیں غافل کر کے مارے گا، دنیا میں انہیں رسوا کرے گا اور قیامت میں انہیں عذاب میں مبتلا کرے گا۔ ان منافقوں کی علامت یہ ہے کہ جب مومنین کے ساتھ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو مرے دل سے اور سستی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان تو ہے نہیں جس سے عبادت کا ذوق اور بندگی کا لطف انہیں حاصل ہو سکے، محض لوگوں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔[3]

منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے ایمان کا ثبوت دیتے تھے، جسے قرآن نے یوں بیان کیا ہے: وَ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ یَّفْرَقُوْنَ (پ10، التوبۃ: 56) ترجمہ: اور (منافق) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں لیکن وہ لوگ ڈرتے ہیں۔ اس آیت کے تحت تفسیر نسفی میں ہے: منافقین اس پر اللہ پاک کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہارے دین و ملت پر ہیں اور مسلمان ہیں لیکن اللہ پاک نے فرمادیا کہ وہ تم میں سے نہیں ہیں بلکہ تمہیں دھوکا دیتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ صرف اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر ان کا نفاق ظاہر ہو جائے تو مسلمان ان کے ساتھ وہی معاملہ کریں گے جو مشرکین کے ساتھ کرتے ہیں، اس لئے وہ براہِ تَقِیَّہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔[4]

یاد رہے! منافق کا عذاب کافر سے بھی زیادہ ہے جس کی سزا خود رب نے بیان فرمائی جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے: اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِۚ-وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا (پ5، النسآء: 145) ترجمہ: بیشک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیتِ مبارکہ کے تحت ہے: منافق کا عذاب کافر سے بھی زیادہ ہے کیونکہ وہ دنیا میں اظہارِ اسلام کر کے مجاہدین کے ہاتھوں سے بچا رہا ہے اور کفر کے باوجود مسلمانوں کو مُغالطہ دینا اور اسلام کے ساتھ اِستہزاء (مذاق) کرنا اس کا شیوہ رہا ہے۔[5]

یاد رکھئے! قرآنِ کریم نے منافقین کی علامات صرف ان کی مذمت کے لیے بیان نہیں فرمائیں، بلکہ اہلِ ایمان کو ان سے بچانے اور اپنی اصلاح کی دعوت دینے کے لیے بیان فرمائی ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتی رہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی یا غفلت میں منافقت کی کوئی عادت ہماری زندگی میں جگہ بنالے۔ اللہ پاک ہمیں نفاق سے محفوظ و مامون فرمائے۔

آمین بِجاہِ سیدِ المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تفسیر نعیمی، 10/395 تا 498 ملتقطاً 2 تفسیر خازن، 2/258 3 تفسیر صراط الجنان، 2/335 4 تفسیر نسفی، ص440، تفسیر صراط الجنان، 4/153 5 تفسیر خزائن العرفان، ص196



# اللہ پاک کے ولی کی شان

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو میرا اس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں فرائض مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور عطا کروں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔[1]

## شرحِ حدیث

ولی وہ ہے جو ممکنہ حد تک اللہ پاک اور اس کی صفات کو پہچاننے والا، ہمیشہ اس کی عبادت کرنے والا اور تمام گناہوں سے بچنے والا، نیز لذتوں اور خواہشاتِ نفسانی میں حد سے زیادہ مشغول اور منہمک ہونے سے کنارہ کش رہنے والا ہو۔[2]

ایک قول کے مطابق ولی وہ مومن عارف باللہ ہے جو طاعات (عبادات) کو پوری پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہے اور مُحَرَّمات (حرام و ناجائز کاموں) سے بچتا رہے وہ بھی اللہ پاک کی رضا کے لیے نہ کہ عزت و شہرت حاصل کرنے کے لیے اور دکھاوے کے لیے، اس لیے جو شریعت کا پابند نہیں وہ ولی نہیں ہو سکتا، اگرچہ ہوا میں اڑے۔ جوگی جے پال حالتِ کفر میں قادر تھے کہ اپنے حریف پر پتھر برسائیں، آگ برسائیں، خود ہوا میں اڑیں، کیا اس وقت وہ ولی تھے؟ (ہرگز نہیں۔ اللہ پاک کا) ارشاد ہے: اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (پ9، الانفال:34) ترجمہ: اللہ کے ولی وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں۔[3]

یاد رہے! اللہ پاک کا بندے سے جنگ کرنا بندے کے بُرے خاتمے پر دلالت کرتا ہے اور جس سے اللہ پاک اعلانِ جنگ کر دے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔[4] مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَلِیُّ اللہ سے اس لیے عداوت و عِناد (دشمنی و بغض رکھنا) کہ وَلِیُّ اللہ ہے یہ تو کفر ہے۔ اسی کا یہاں ذکر ہے اور ایک ہے کسی ولی سے اختلافِ رائے یہ نہ کفر ہے اور نہ ہی فسق (یعنی گناہ)۔[5] جو کوئی ولی سے عداوت (دشمنی) اس لیے کرتا ہے کہ وہ میرا ولی ہے، میں اس سے جنگ کرتا ہوں اور اس کو ہلاک کرتا ہوں اور اس پر ایسے لوگ مسلط کرتا ہوں جو اس کو اذیت (تکلیف) پہنچاتے رہیں۔ اس شخص کی یہ رسوائی دنیا میں ہے آخرت کی خرابی اس کے علاوہ ہے۔ اللہ پاک مسلمانوں کو ایسی ذلت و رسوائی سے پناہ دے۔[6]

**فرائض اور نوافل کی ادائیگی میں فرق:** معلوم ہوا کہ فرائض کی پابندی اور ادائیگی بہ نسبت نوافل کے افضل ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ فرائض ادا کرنے میں ثواب کی امید ہے اور ترک میں عذاب کا استحقاق (حق دار بننا) اور نوافل کی ادائیگی میں ثواب کی امید اور ترک پر کوئی گناہ نہیں۔ نیز فرائض مَامُوْرِبِہٖ ہیں (یعنی ان کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے) ان کا کرنے والا تابعِ فرمان ہے۔ اس میں آمر (حکم دینے والے) کی عظمت ظاہر ہے، اس میں عُبودیت (بندگی) کا تَذَلُّل (عاجزی کا اظہار) بھی ہے۔ نیز فرائض اصل ہیں اور نوافل فرع۔ حتی کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ جو فرائض ترک کیے (ہوئے) ہو اور نوافل ادا کرے تو اس کے سارے نوافل زمین و آسمان کے درمیان مُعَلَّق (لٹکے) رہیں گے مقبول نہ ہوں گے۔ اسی لیے علما نے فرمایا: جس کے فرائض قضا ہو گئے ہوں وہ بجائے

نوافل کے فرائض کی قضا کرے۔[7]

**نوافل کے ذریعے قرب حاصل کرنے کی وضاحت:** مراد یہ ہے کہ فرائض کی ادائیگی کے بعد نفل ادا کرتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ فرائض چھوڑ کر نوافل ادا کرے پھر بھی محبوب ہو گا۔ اس لیے کہ جو فرائض چھوڑے فاسق ہو گا وہ محبوب کیسے ہو گا؟ نوافل چونکہ بندہ اپنی طرف سے بخوشی ادا کرتا ہے، اس لیے نوافل ادا کرنے والا محبت کا مستحق ہوا۔[8]

**فرائض وواجبات کے ساتھ نوافل ادا کرنے والے کی مثال:** صرف فرائض وواجبات ادا کرنے والوں اور فرائض کے ساتھ نوافل کا بھی اہتمام کرنے والوں کی مثال ان دو غلاموں کی سی ہے جنہیں ان کا مالک پھل لانے کا حکم دے۔ ایک غلام پھلوں کو ٹوکری میں سلیقے سے رکھ کر، پھولوں اور خوشبو سے سجا کر اپنے مالک کی خدمت میں پیش کرے، جبکہ دوسرا انہیں جھولی میں لا کر زمین پر ڈال دے۔ اگرچہ دونوں نے حکم کی تعمیل کی، لیکن محبت اور ادب سے خدمت انجام دینے والا غلام اپنے مالک کو زیادہ محبوب ہو گا۔ اسی طرح جو بندہ فرائض وواجبات کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا ہے، وہ اللہ پاک کا زیادہ محبوب بن جاتا ہے۔ جب اللہ پاک اپنے بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے اپنے ذکر، اطاعت اور نیکی کے کاموں میں مشغول کر دیتا ہے، شیطان کے شر سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کے اعضاء کو خیر کے کاموں میں لگا دیتا ہے۔ پھر قرآنِ پاک کی تلاوت اور ذکرِ الٰہی اس کے محبوب مشاغل بن جاتے ہیں، جبکہ گانے باجے، لغویات اور دیگر بے مقصد کام اسے ناپسند ہونے لگتے ہیں۔ اللہ پاک اس کی نگاہ کو حرام چیزوں سے بچاتا ہے، یہاں تک کہ وہ مخلوق میں بھی اپنے خالق کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر اس کی عظمت کو یاد کرتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں کسی بھی چیز کو دیکھنے سے پہلے اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ مخلوق کو دیکھ کر خالق کی قدرت کی طرف متوجہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مخلوق کو دیکھ کر ان کے خالق کی تسبیح وتقدیس بیان کرتا اور اس کی عظمت کا اقرار کرتا ہے، اپنے ہاتھ، پاؤں صرف اللہ پاک کے حکم کے مطابق استعمال کرتا ہے، کسی فضول کام کی طرف نہیں چلتا، اپنے ہاتھوں سے کوئی بے کار کام نہیں کرتا اور اس کی حرکات وسَکَنات اللہ پاک کے لیے ہوتی ہیں۔ جب بندے کی یہ حالت ہو جائے تو اسے اس کی تمام حرکات وسَکَنات پر ثواب دیا جاتا ہے۔[9]

**ربّ کا کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں ہونے کا مطلب:** اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں: (1) اللہ پاک اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں کو شیطان سے محفوظ رکھتا ہے۔ (2) بندے کے سننے، دیکھنے اور پکڑنے کے وقت یادِ الٰہی اس کے دل میں بسی ہوتی ہے۔ لہٰذا جب وہ ذکرِ الٰہی کرتا ہے تو غیر کے لیے عمل کرنے سے رک جاتا ہے۔ (یعنی اس کے سب کام رضائے الٰہی کے لیے ہوتے ہیں۔)[10] جبکہ ایک قول کے مطابق یہ حدیث اپنے مجازی معنی پر مشتمل ہے اور مراد یہ ہے کہ اللہ پاک اپنے نیک بندے کی اس طرح حفاظت فرماتا ہے جیسے بندہ اپنے اعضاء کی حفاظت کرتا ہے تاکہ وہ ہلاکت میں نہ پڑ جائے۔ امام خطابی فرماتے ہیں: یہ الفاظ بطور مثال ذکر کئے گئے ہیں جن کا معنی یہ ہے کہ اللہ پاک اپنے نیک بندے کو اِن چار اعضاء سے ہونے والے نیک کاموں کی پہچان کرا دیتا ہے، پھر ان نیک اعمال کی محبت اس کے دل میں ڈال کر انہیں اس پر آسان کر دیتا ہے اور ان اعضاء کو اپنی ناراضی والے کاموں، مثلاً: بُری باتیں سننے، ممنوعہ چیزوں کی طرف دیکھنے، حرام چیزوں کو پکڑنے اور ناجائز کاموں کی طرف چلنے وغیرہ سے محفوظ کر دیتا ہے۔ یا پھر اس پر اس طرح آسانی فرماتا ہے کہ اس کی دعائیں جلدی قبول فرماتا ہے۔[11]

---

1 بخاری، 4/248، حدیث: 6502 2 شرح عقائد نسفیہ، ص316، 317 3 نزہۃ القاری، 5/669 4 مرقاۃ المفاتیح، 5/41، تحت الحدیث: 2266 5 مراۃ المناجیح، 3/308 6 تفہیم البخاری، 9/796 7 نزہۃ القاری، 5/669 8 نزہۃ القاری، 5/669 9 الاربعین النوویۃ، ص129، 130 10 الاربعین النوویۃ، ص130 11 عمدۃ القاری، 15/577، تحت الحدیث: 6502



# جُمعرات اور شبِ جُمعرات کی عبادات

محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

جمعرات کا دن بہت ہی بابرکت ہے کیونکہ اس میں برکت کے لئے خود نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے خصوصی دعا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُكُوْرِھَا یَوْمَ خَمِیْسِھَا یعنی اے اللہ! میری اُمّت کے روزِ جمعرات کی صبح میں برکت عطا فرما۔[1]

## جمعرات کا دن کیسے گزاریں؟

جمعرات کے دن کی برکتیں پانے کے لئے نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں کثرت سے درود و سلام پیش کیجئے کہ ایک روایت میں ہے: جب جمعرات کا دن آتا ہے، اللہ کریم فرشتوں کو بھیجتا ہے، جن کے پاس چاندی کے کاغذ اور سونے کے قلم ہوتے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ کون روزِ جمعرات اور شبِ جمعہ مجھ پر کثرت سے درودِ پاک پڑھتا ہے۔[2] اور جذب القلوب میں ہے: جو جمعرات کے دن 100 بار درود شریف پڑھے کبھی محتاج نہ ہو۔[3]

**مومنین و متوکلین کی تعداد کے برابر نیکیاں:** جس نے جمعرات کے دن ظہر اور عصر کے درمیان دو رکعت یوں پڑھیں کہ پہلی میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور 100 بار آیۃ الکرسی جبکہ دوسری میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور 100 بار سورۂ اخلاص پڑھی اور پھر بعد میں 100 بار درودِ پاک پڑھا تو اللہ پاک اسے رجب، شعبان اور رمضان کے روزے رکھنے کا ثواب عطا فرمائے گا، اس کے لئے حجِ بیت اللہ کرنے والے کی مثل ثواب ہوگا اور اس کے لئے اللہ پاک پر ایمان لانے اور اس پر بھروسا کرنے والوں کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی۔[4]

## شبِ جمعرات کے نوافل

**شہدا و صدیقین کا مرتبہ:** جس نے جمعرات کی رات مغرب و عشا کے درمیان دو رکعت اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور پانچ بار آیۃ الکرسی، پانچ بار سورۂ اخلاص اور پانچ پانچ بار معوذتین (یعنی سورۂ فلق و ناس) پڑھیں اور سلام کے بعد 15 بار استغفار کیا اور اس کا ثواب اپنے والدین کو پہنچایا تو تحقیق اس نے والدین کا حق ادا کر دیا اگرچہ ان کا نافرمان ہو اور اللہ پاک اسے شہدا و صدیقین کا مرتبہ عطا فرمائے گا۔[5]

## جمعرات کے روزے کی فضیلت

ممکن ہو تو اس دن کا روزہ رکھ لیجئے کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پیر اور جمعرات کے روزے کا خاص خیال رکھتے تھے۔[6] چنانچہ بارگاہِ رسالت میں ان دو دنوں کے روزوں کے متعلق عرض کی گئی تو حضور نے فرمایا: یہ وہ دن ہیں جن میں اللہ پاک کی بارگاہ میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں، لہٰذا میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال روزے کی حالت میں پیش کیے جائیں۔[7] ایک روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا: ان دونوں دنوں میں اللہ پاک ہر مسلمان کی مغفرت فرماتا ہے مگر وہ دو شخص جنہوں نے باہم (یعنی آپس میں) جدائی کر لی ہے ان کے متعلق فرشتوں سے فرماتا ہے: انہیں چھوڑ دو، یہاں تک کہ صلح کر لیں۔[8] چنانچہ حضور کی سنت پر عمل کرتے ہوئے حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ اُمِّ فَضْل رضی اللہ عنہا کے متعلق منقول ہے کہ آپ ہر پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتیں۔[9]

جمعرات کے روزے کی فضیلت دیگر احادیث سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ جس نے بدھ، جمعرات اور جمعہ

کا روزہ رکھا اللہ پاک اس کے لئے جنت میں ایک مکان بنائے گا جس کا باہر کا حصہ اندر سے اور اندر کا باہر سے دکھائی دے گا۔[10] اور ایک روایت کے مطابق اللہ پاک اس کے لئے جنت میں موتی، یاقوت اور زبرجد کا محل بنائے گا اور اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھ دی جائے گی۔[11]

اسی طرح ایک صحابی کو نفل روزوں کے بارے میں رہنمائی دیتے ہوئے حضور نے رمضان، شوال اور ہر بدھ و جمعرات کے روزے رکھنے کی ترغیب دی اور فرمایا کہ ایسا کرنے والا گویا ہمیشہ روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔[12]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل فرمایا ہے کہ اگر جمعہ کے روزے کے ساتھ جمعرات یا ہفتہ کا روزہ بھی شامل کر لیا جائے تو اس کا ثواب دس ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے۔[13]

ہمیں بھی فرض روزوں کے ساتھ نفل روزے رکھنے کی عادت ڈالنی چاہئے، اس کے بہت سے دینی اور دنیاوی فوائد ہیں، دینی فوائد یہ ہیں کہ اس میں جہنم سے نجات، جنت میں جانے کا حصول اور ایمان کی حفاظت ہوتی ہے، دنیاوی فوائد یوں کہ پیٹ کے بہت سارے امراض سے حفاظت اور دن بھر کھانے پینے میں استعمال ہونے والے وقت کی بچت ہوگی اور تمام فوائد کی اصل یہ ہے کہ اس سے اللہ پاک اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

## جمعرات کو ایصالِ ثواب کرنا کیسا؟

نیک اعمال کا ایصالِ ثواب کرنا ہر دن جائز اور باعثِ اجر و ثواب ہے، بالخصوص والدین، عزیز و اقارب اور گھر کے دیگر مرحومین کے لیے دعا کرنا نہایت فضیلت کا کام ہے۔ یہ عمل قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے۔ البتہ آسانی اور یاد دہانی کے لیے کوئی دن مقرر کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ اسے شرعاً لازم نہ سمجھا جائے۔ اسی لیے ہر جمعرات کو، خصوصاً مغرب سے پہلے یا بعد، اپنے مرحوم رشتہ داروں کے لیے دعا، تلاوتِ قرآن، صدقہ اور دیگر نیک اعمال کا ایصالِ ثواب کرنا چاہیے۔

علامہ محمد عبدُ الرَّءُوف مُناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امام قزوینی فرماتے ہیں: جمعرات کا دن بڑا مبارک دن ہے خاص کر حاجت طلب کرنے اور سفر شروع کرنے کے لئے۔ حضرت صَخْر رحمۃ اللہ علیہ جمعرات کو سفر پر جاتے تھے اور بڑے مال دار ہو گئے۔[14] مزید فرماتے ہیں: روزِ جمعرات علم حاصل کرنے کے لئے صبح سویرے بیٹھنا مستحب ہے اور بروز جمعرات پیر کو علم شروع کرنا (یعنی کسی دینی کتاب کی شروعات) کرنا مستحب ہے۔ بعض لوگ علم کی شروعات کرنے کے لئے بدھ کے دن کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ بدھ یومِ نور ہے۔ البتہ! بعض صاحبِ علم و ولایت وصیت فرماتے ہیں کہ تالیف و قراءت کی شروعات بروز پیر اور جمعرات کو ہونی چاہئے۔[15]

الغرض! جمعرات کا دن رحمتوں کا دروازہ، برکتوں کا پیش خیمہ اور شبِ جمعہ کی نورانی ساعتوں کا استقبال ہے۔ یہ وہ بابرکت دن ہے جس کی صبح اللہ پاک کی رحمتوں اور مغفرت کی خوشبو سے معطر ہوتی ہے، جبکہ اس کی شام شبِ جمعہ کی مقدس اور نورانی فضاؤں میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہی وہ دن ہے جس میں بندوں کے اعمال بارگاہِ الٰہی میں پیش کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس مبارک دن کو غفلت میں نہ گزاریں، بلکہ دیگر دنوں کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر عبادت، تلاوتِ قرآن، ذکرِ الٰہی، دعا، صدقہ و خیرات اور دیگر نیک اعمال کا اہتمام کریں، تاکہ ہمارے اعمال بہترین صورت میں بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوں۔

---

1 مسند بزار، 11/448، حدیث: 5312، فیضانِ ایام، ص22 2 کنز العمال، جز1، 1/250، حدیث: 2174، فیضان ایام، ص25 3 جذب القلوب، ص240 4 قوت القلوب، 1/54، احیاء علوم الدین، 1/267 5 قوت القلوب، 1/56، احیاء علوم الدین، 1/269 6 ترمذی، 2/186، حدیث: 745 7 نسائی، ص387، حدیث: 2355 8 ابنِ ماجہ، 2/344، حدیث: 1740 9 طبقات ابن سعد، 8/217، صحابیات و صالحات کے اعلی اوصاف، ص39 10 معجم اوسط، 1/87، حدیث: 253 11 شعب الایمان، 3/397، حدیث: 3873 12 شعب الایمان، 3/395، حدیث: 3868 13 فتاوی رضویہ، 10/653 ملخصاً 14 فیض القدیر، 2/133، تحت الحدیث: 1458 15 فیض القدیر، 2/23، تحت الحدیث: 1214 ملتقطاً، فضائل الایام والشہور، ص141 ملخصاً



# حضور ﷺ کی مہاجرین سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 51 ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم واضافے کے بعد پیش کئے جارہے ہیں۔)

محترمہ بنتِ ابدال عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: فقہ ایئر گھوگا سیالکوٹ)

انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد بنی نوعِ انسان کا سب سے افضل اور مقدس طبقہ صحابۂ کرام کا ہے۔ یہ وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جنہوں نے ایمان، اخلاص اور جاں نثاری کی مثالیں قائم کیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے انہیں ہدایت کے روشن ستاروں سے تعبیر فرمایا۔ ہر وہ شخص صحابی کہلاتا ہے جس نے حالتِ ایمان میں حضور کی زیارت کی ہو اور ایمان ہی پر اس دنیا سے رخصت ہوا ہو۔

صحابۂ کرام دو جماعتوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ مکۂ مکرمہ سے مدینۂ منورہ ہجرت کرنے والے مہاجرین اور ان کی مدد کرنے والے انصار کہلائے۔ مہاجرین نے اللہ پاک اور اس کے رسول کی رضا کی خاطر اپنے گھر بار، مال واسباب، عزیز واقارب اور وطن تک کو قربان کر دیا۔ جب یہ بے سروسامان قافلہ مدینۂ منورہ پہنچا تو حضور نے ان سے جس محبت، شفقت اور دلجوئی کا اظہار فرمایا، وہ رہتی دنیا تک کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

جب مکۂ مکرمہ میں کفار کے مظالم بڑھ گئے تو صحابۂ کرام نے بارگاہِ رسالت میں ہجرت کی اجازت طلب کی۔ اس موقع پر حضور نے فرمایا: مجھے تمہارے دارِ ہجرت کی خبر دے دی گئی ہے اور وہ یثرب ہے، لہٰذا جو ہجرت کرنا چاہے وہ یثرب کی طرف نکل جائے۔ چنانچہ صحابۂ کرام پوشیدہ طور پر مدینۂ منورہ روانہ ہونے لگے اور حضرت ابو سلمہ بن عبد اللہ الاسد رضی اللہ عنہ سب سے پہلے وہاں پہنچے۔[1]

حضور کی مہاجرین سے محبت کی ایک نمایاں مثال مواخاتِ مدینہ ہے۔ مہاجرین بے سروسامان تھے اور ان کے اہل وعیال واموال مکہ میں رہ گئے تھے۔ اگرچہ انصار نے ان کی خوب خدمت کی، لیکن حضور نے مستقل اخوت کا رشتہ قائم فرمایا، ہر مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنا دیا اور فرمایا: یہ مہاجرین تمہارے بھائی ہیں۔[2] اس اقدام نے اسلامی معاشرے میں ایثار، محبت اور باہمی تعاون کی لازوال مثال قائم کر دی۔

ہجرت کے سفر میں بھی حضور نے اپنے جاں نثار ساتھی حضرت ابو بکر صدیق کی بھرپور دلجوئی فرمائی۔ غارِ ثور میں جب مشرکین قریب پہنچ گئے تو حضرت صدیق اکبر نے عرض کی: اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدموں کی طرف دیکھ لیا تو ہمیں دیکھ لے گا۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا: ابو بکر! ان دو کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ پاک ہے![3]

اسی طرح حضور اپنے مہاجر صحابہ کی حوصلہ افزائی بھی فرمایا کرتے تھے۔ غزوۂ اُحد میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے فرمایا: تیر چلاؤ! تم پر میرے ماں باپ قربان۔[4] حضرت زبیر بن عوام کو اپنا حواری قرار دیا[5] اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو اس اُمت کا امین ہونے کا شرف عطا فرمایا۔[6] یہ تینوں جلیلُ القدر صحابہ بھی مہاجرین میں شامل تھے۔

الغرض مہاجرین صحابۂ کرام سے حضور کی محبت محض الفاظ تک محدود نہ تھی بلکہ آپ کے ہر عمل سے نمایاں تھی۔ آپ

نے ان کی قربانیوں کی قدر فرمائی، ان کے حوصلے بلند کیے اور ہر موقع پر ان کی دلجوئی فرمائی۔ یہی اسوۂ نبوی ہمیں بھی یہ درس دیتا ہے کہ جو لوگ دین کی خاطر قربانی دیں، ان کی عزت کرنا، ان کا حوصلہ بڑھانا اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اہلِ ایمان کا شیوہ ہونا چاہیے۔

محترمہ بنتِ فضل الحق عطاریہ
(طالبہ: فقہ ائیر پاکپورہ سیالکوٹ)

اسلامی تاریخ میں ہجرت ایک ایسا عظیم اور ایمان افروز واقعہ ہے جس نے حق و باطل کے درمیان واضح لکیر کھینچ دی۔ جب مکہ مکرمہ کے کفار نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی تو اللہ پاک کے حکم سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنے جاں نثار صحابۂ کرام کو مدینۂ منورہ ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ مہاجرین نے اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رضا کی خاطر اپنا وطن، گھر، مال و اسباب، کاروبار اور عزیز و اقارب سب کچھ چھوڑ دیا۔ مدینۂ منورہ پہنچنے کے بعد ان بے سر و سامان مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا سہارا حضور کی ذاتِ اقدس تھی، لہٰذا حضور نے مدینے پہنچتے ہی مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخات (بھائی چارے) کا عظیم نظام قائم فرمایا، جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ آپ نے ہر مہاجر کو ایک انصاری کا دینی بھائی بنا دیا تاکہ وہ محبت، تعاون اور ہمدردی کے ساتھ ایک دوسرے کا سہارا بنیں۔

حضور کی یہ محبت صرف الفاظ تک محدود نہ تھی بلکہ آپ کا ہر عمل مہاجر صحابہ سے شفقت، خیر خواہی اور دلجوئی کا عملی نمونہ تھا۔ آپ ان کے حالات پوچھتے، ان کی ضروریات کا خیال رکھتے، ان کے غم میں شریک ہوتے اور انہیں صبر و استقامت کی تلقین فرماتے۔ مہاجرین نے اللہ پاک کی رضا کے لیے اپنا وطن، اہل و عیال اور مال و اسباب چھوڑ دیا تھا، اس لیے بعض اوقات جدائی کا غم انہیں بے چین کر دیتا۔ ایسے مواقع پر حضور انہیں تسلی دیتے اور ارشاد فرماتے: تم اللہ پاک کی رضا کے لیے جس چیز کو بھی چھوڑو گے، اللہ پاک تمہیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔[7]

مہاجر صحابہ میں ایک جماعت اصحابِ صفہ کی تھی، جنہوں نے دنیاوی آسائشوں کے بجائے علمِ دین اور صحبتِ رسول کو اختیار کیا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ان کی خصوصی خبر گیری فرماتے، ان کے ساتھ بیٹھتے، ان کی تربیت کرتے اور کھانے پینے کے انتظامات میں بھی ان کا خیال رکھتے۔ یہ حسنِ سلوک اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ اپنے مہاجر صحابہ کی دینی و دنیاوی ضروریات سے کتنی گہری وابستگی رکھتے تھے۔

ہجرت کے بعد مدینے کی آب و ہوا بعض مہاجرین کے لیے موافق نہ تھی، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہم بخار میں مبتلا ہو گئے۔ اپنے جاں نثار ساتھیوں کی تکلیف دیکھ کر حضور نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی کہ مدینے کی آب و ہوا کو صحت بخش بنا دے اور اس کے بخار کو جُحفہ کی طرف منتقل فرما دے۔[8] اللہ پاک نے اپنے محبوب کی دعا قبول فرمائی اور مہاجرین کو راحت نصیب ہوئی۔

یہ سب باتیں اس حقیقت کی دلیل ہیں کہ حضور اپنے مہاجر صحابہ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ آپ نے ان کی قربانیوں کی قدر فرمائی، ان کی دلجوئی کی اور ہر مشکل گھڑی میں ان کا سہارا بنے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ صحابۂ کرام سے سچی محبت رکھیں، ان کی قربانیوں کو یاد کریں اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ اللہ پاک ہمیں حضور اور آپ کے صحابۂ کرام کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین

---

1. فقہ السیرۃ، ص222 ملخصاً
2. سیرت مصطفیٰ، ص186
3. مسلم، ص998، حدیث:6169
4. بخاری، 3/37، حدیث:4055
5. بخاری، 3/55، حدیث:4113 ماخوذاً
6. بخاری، 2/545، 546، حدیث:3744 ماخوذاً
7. مسند شہاب، 2/178، حدیث:1137
8. مدارج النبوت، 2/70 ملخصاً



# حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات وعجائبات (قسط 2)

اللہ پاک نے حضرت داود علیہ السّلام کو جہاں نبوت عطا فرمائی وہیں ایسی عظیم سلطنت، بے مثال حکمت، غیر معمولی قوتِ فیصلہ اور کئی معجزات سے بھی نوازا جو آپ کی نبوت کی سچائی اور اللہ پاک کی خصوصی تائید کی روشن نشانیاں تھیں۔ آپ انصاف پسند بادشاہ بھی تھے، بہترین فیصلے کرنے والے قاضی بھی اور اللہ پاک کے بہت عبادت گزار بندے بھی۔ قرآنِ کریم نے بھی آپ کے عدل، حکمت، عبادت، اچھی آواز، تسخیرِ کائنات اور دیگر خصوصی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت داود علیہ السّلام کی زندگی میں کئی ایسے واقعات پیش آئے جن میں اللہ پاک کی خاص مدد اور قدرت کی حیرت انگیز نشانیاں نظر آتی ہیں۔ کبھی اللہ پاک نے حق کو ظاہر کرنے کے لیے غیر معمولی طریقہ اختیار فرمایا، کبھی غیبی راہ نمائی سے انصاف قائم ہوا، کبھی پہاڑ اور پرندے آپ کے ساتھ اللہ پاک کی تسبیح کرنے لگے اور کبھی سخت لوہا آپ کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہو گیا۔ آپ کی عبادت، محنت اور اللہ پاک پر بھروسا ہر مسلمان کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ذیل میں حضرت داود علیہ السّلام کے انہی معجزات، کمالات اور ایمان افروز واقعات کا ذکر کیا جارہا ہے:

## اوّل: عدل وحکمت کے حیرت انگیز مظاہر

اللہ پاک نے حضرت داود علیہ السّلام کو بے مثال سمجھ بوجھ اور صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ آپ ہر مقدمہ بڑی توجہ اور انصاف کے ساتھ سنتے تھے۔ بعض اوقات اللہ پاک غیبی راہ نمائی کے ذریعے بھی حق کو ظاہر فرما دیتا تھا۔ درج ذیل واقعات اس کی واضح مثال ہیں:

**حق کی پہچان کے لیے آسمانی زنجیر:** حضرت وہب بن منبہ رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل میں برائی اور جھوٹی گواہیاں عام ہو گئیں تو اللہ پاک نے حضرت داود علیہ السّلام کو سونے کی ایک زنجیر عطا فرمائی جو آسمان سے بیت المقدس کی ایک چٹان تک لٹکی ہوئی تھی۔ جب دو آدمیوں کے درمیان کسی حق کا جھگڑا ہوتا تو صرف وہی شخص اس زنجیر تک پہنچ سکتا تھا جو سچا ہوتا، جبکہ جھوٹا شخص اس تک نہیں پہنچ پاتا تھا۔ یہ سلسلہ ایک مدت تک جاری رہا، یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک قیمتی موتی امانت رکھوایا، بعد میں جب اس نے اپنا موتی واپس مانگا تو امانت دار نے انکار کر دیا۔ اس نے چالاکی سے وہ موتی اپنی لاٹھی کے اندر چھپا دیا۔ پھر دونوں حضرت داود علیہ السّلام کے پاس پہنچے۔ پہلے دعوی کرنے والے نے زنجیر پکڑ لی۔ پھر دوسرے شخص سے کہا گیا کہ وہ بھی اسے پکڑے۔ اس نے اپنی لاٹھی، جس کے اندر موتی چھپا ہوا تھا، دعوی کرنے والے کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں یہ اس کے حوالے کر چکا ہوں۔ اس کے بعد اس نے بھی زنجیر پکڑ لی اور وہ بھی اس تک پہنچ گیا۔ اس حیلہ سازی سے سب لوگ حیران رہ گئے۔ چنانچہ اللہ پاک نے وہ زنجیر ان کے درمیان سے اٹھا لی۔[1] یہ واقعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ جب قومیں عدل و امانت کو چھوڑ کر دھوکا اور حیلہ سازی کو اپنا شعار بنا لیتی ہیں تو اللہ پاک اپنی خصوصی نعمتیں واپس لے لیتا ہے اور ایسے غیر معمولی اسباب بھی باقی نہیں رہتے جن سے حق خود بخود ظاہر ہو جایا کرتا تھا۔

**غیبی راہ نمائی سے قاتل بے نقاب ہو گیا:** حضرت عبد اللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے حضرت داود علیہ السّلام کی خدمت میں دوسرے شخص کے خلاف ایک گائے کا دعویٰ کیا، مگر دوسرے شخص نے اس کا انکار کر دیا۔ گواہوں کا مطالبہ کیا گیا لیکن کوئی گواہ موجود نہ تھا۔ حضرت داود علیہ السّلام نے دونوں سے فرمایا: تم جاؤ، میں تمہارے معاملے میں غور کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ دونوں چلے گئے۔ اس رات حضرت داود علیہ السّلام نے خواب میں دیکھا کہ اللہ پاک کی طرف سے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا جارہا ہے جس پر دعویٰ کیا گیا تھا۔ آپ نے سوچا کہ شاید یہ صرف ایک خواب ہو، اس لیے کوئی فیصلہ نہ کیا۔ دوسری رات پھر یہی حکم ملا، لیکن آپ نے پھر بھی انتظار کیا۔ تیسری رات دوبارہ یہی حکم دیا گیا۔ ساتھ یہ تنبیہ بھی فرمائی گئی کہ اگر اس حکم پر عمل نہ کیا تو اللہ پاک کی طرف سے گرفت ہو گی۔ اب حضرت داود علیہ السّلام نے اس شخص کو بلا کر فرمایا: اللہ پاک نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قتل کر دوں۔ وہ شخص حیران ہو کر بولا: کیا آپ مجھے بغیر گواہ اور ثبوت کے قتل کریں گے؟ آپ نے فرمایا: اللہ پاک کی قسم! میں اس کے حکم کو ضرور نافذ کروں گا۔ یہ سن کر وہ شخص گھبرا گیا اور بولا: میں اس گائے کے معاملے میں تو بے قصور ہوں، البتہ! ایک اور جرم ضرور کیا ہے۔ میں نے اس شخص کے والد کو دھوکے سے قتل کیا تھا۔ آج اسی جرم کی سزا میرے سامنے آگئی ہے۔ یوں قاتل نے خود اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ چنانچہ حضرت داود علیہ السّلام نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا اور اس پر حد نافذ کر دی۔ اس واقعے کے بعد بنی اسرائیل کے دلوں میں حضرت داود علیہ السّلام کی عظمت اور ہیبت پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی اور آپ کی حکومت مزید مضبوط ہو گئی۔ (2)

**ایک عجیب مقدمہ اور انوکھی تربیت:** حضرت داود علیہ السّلام کے سامنے ایک ایسا مقدمہ بھی پیش آیا جس کا ذکر اللہ پاک نے قرآنِ کریم میں فرمایا ہے۔ یہ عام مقدمہ نہیں تھا بلکہ اللہ پاک کی طرف سے آپ کی تربیت اور توجہ دلانے کا ایک خاص انداز تھا۔ اس کی تفصیل میں مفسرین نے مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت داود علیہ السّلام نے ایک ایسے معاملے میں جلدی فرمائی جو اگرچہ شریعت کے خلاف نہ تھا، لیکن ایک جلیل القدر نبی کے بلند مقام کے لحاظ سے بہتر یہی تھا کہ اس سے بچا جاتا۔ اللہ پاک نے اپنے محبوب نبی کو اسی بات کی طرف متوجہ فرمانا چاہا۔ چنانچہ اللہ پاک نے دو فرشتوں کو انسانی شکل میں آپ کے پاس بھیجا۔ وہ دروازے سے آنے کے بجائے دیوار پھلانگ کر عبادت گاہ میں داخل ہوئے۔ انہیں اچانک اپنے سامنے دیکھ کر آپ چونک گئے تو انہوں نے عرض کی: گھبرائیں نہیں، ہم دو فریق ہیں۔ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپ ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیں اور حق سے ہٹنے نہ دیں۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا: یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔ اب یہ کہتا ہے کہ اپنی ایک دنبی بھی مجھے دے دو اور بات کرتے وقت مجھ پر دباؤ بھی ڈالتا ہے۔ حضرت داود علیہ السّلام نے دوسرے فریق کی بات سنے بغیر فرمایا: اس نے تمہاری ایک دنبی مانگ کر یقیناً تم پر زیادتی کی ہے۔ اکثر شریک ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں، البتہ! جو ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے ہیں، وہ ایسا نہیں کرتے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ فیصلہ زبان پر آتے ہی آپ کو احساس ہو گیا کہ یہ ایک عام مقدمہ نہیں بلکہ اللہ پاک کی طرف سے تنبیہ ہے۔ آپ فوراً اللہ پاک کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے، اپنے رب سے معافی مانگی اور اس کی طرف رجوع کیا۔ اللہ پاک نے اپنے فضل سے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو بخش دیا۔ (3)

**مقدمے کی توجیہ:** فرشتوں کے اس فرضی مقدمے میں حضرت داود علیہ السّلام کی شان میں کوئی کمی نہیں تھی۔ اس کا مقصد صرف آپ کو ایک نہایت لطیف انداز میں متوجہ کرنا تھا۔ اللہ پاک نے اپنے نبی کی اصلاح کے لیے ایسا طریقہ اختیار فرمایا جس میں ادب بھی تھا اور عزت بھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک کے مقرب بندوں سے اگر کوئی معمولی سی لغزش، یعنی خلافِ اولیٰ

بھی ہو جائے تو اللہ پاک انہیں فوراً متوجہ فرما دیتا ہے۔ پھر انبیا علیہم السّلام بھی کمالِ عاجزی کے ساتھ اپنے رب کی بارگاہ میں جھک جاتے ہیں اور اس کی رضا حاصل کرنے میں دیر نہیں کرتے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بزرگ یا دینی راہ نما کی کوئی معمولی غلطی نظر آئے تو اس پر تنقید اور اعتراض کے بجائے ادب اور خیر خواہی کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

## کائنات بھی آپ کی ہم نوا تھی

اللہ پاک نے حضرت داود علیہ السّلام کو صرف عدل و حکمت ہی نہیں عطا فرمائی، بلکہ ایسے عظیم معجزات بھی عطا فرمائے جنہیں دیکھ کر لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ آپ کی دلنشین آواز، پہاڑوں اور پرندوں کا آپ کے ساتھ تسبیح کرنا اور اللہ پاک کی عطا کردہ دیگر نعمتیں آپ کی نبوت کی روشن نشانیاں تھیں۔

**بے مثال خوش آوازی:** زبور شریف وہ آسمانی کتاب ہے جو اللہ پاک نے حضرت داود علیہ السّلام پر نازل فرمائی۔ اس میں 150 سورتیں ہیں۔ اس کا زیادہ تر حصہ دعاؤں، مناجات اور اللہ پاک کی حمد و ثنا پر مشتمل ہے۔ اس میں حلال و حرام، فرائض اور شرعی احکام بیان نہیں کیے گئے۔[4] چنانچہ جب حضرت داود علیہ السّلام زبور شریف کی تلاوت فرماتے تو سننے والوں کے دل نرم ہو جاتے۔ یہی نہیں، پہاڑ بھی آپ کے ساتھ اللہ پاک کی تسبیح کرتے اور پرندے جوق در جوق آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ وہ اتنے قریب آ جاتے کہ آپ انہیں اپنے ہاتھ سے پکڑ کر پیار کرتے تھے۔[5] کیونکہ امام اوزاعی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت داود علیہ السّلام کو ایسی خوش آوازی عطا کی گئی تھی جو کسی اور کو نہیں ملی۔ جب آپ زبور شریف پڑھتے تو چرند پرند آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ وہ آپ کی تلاوت میں اس قدر مگن ہو جاتے کہ انہیں بھوک اور پیاس کا بھی احساس نہ رہتا۔[6] بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اللہ پاک نے آپ کی آواز میں ایسا اثر رکھا تھا کہ جب آپ زبور شریف کی تلاوت فرماتے تو جاری پانی بھی رک جاتا اور درختوں کے پتے جھڑنے لگتے،[7] یوں محسوس ہوتا جیسے پوری کائنات اپنے نبی کے ساتھ اللہ پاک کی تسبیح میں شریک ہو۔

حضرت داود علیہ السّلام کی خوش آوازی کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس کا ذکر بڑی محبت سے فرمایا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہُ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات حضور نے میری تلاوت سنی۔ صبح مجھے فرمایا: اے ابو موسیٰ! تمہیں آلِ داود کی خوش آوازوں میں سے ایک آواز عطا کی گئی ہے۔ حضرت ابو موسیٰ نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ میری تلاوت سن رہے ہیں تو میں اسے اور بھی خوبصورت انداز میں پڑھتا۔[8] ایک روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا: اے ابو موسیٰ! کاش! تم مجھے اس وقت دیکھتے جب میں پوری توجہ سے تمہاری قراءت سن رہا تھا۔ بے شک تمہیں آلِ داود کی خوش آوازوں میں سے ایک آواز عطا کی گئی ہے۔[9]

حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہُ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت داود علیہ السّلام ستر آوازوں سے زبور شریف کی تلاوت فرماتے تھے۔ بعض اوقات آپ کی تلاوت سن کر بیمار بھی وجد میں آ جاتے تھے۔ جب آپ رقت کے ساتھ تلاوت فرماتے تو خشکی اور سمندر کے جانور خاموش ہو کر سنتے اور گویا رونے لگتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی مجلس سے کئی جنازے اٹھتے تھے،[10] کیونکہ بعض لوگ اللہ پاک کے خوف اور اس کی محبت میں جان دے دیتے تھے۔

---

1. البدایۃ والنہایۃ، 1/458
2. تفسیر روح المعانی، 23/234
3. تفسیر خازن، 4/35 ملخصاً- سیرت الانبیاء، ص685 تا687 ملتقطاً
4. تفسیر خازن، 3/178
5. تفسیر کبیر، 9/374 مفہوماً
6. البدایۃ والنہایۃ، 1/456
7. تذکرۃ الانبیاء، ص353 ملخصاً
8. صحیح ابن حبان، 9/163، حدیث: 7153
9. مسلم، ص310، حدیث: 1852
10. تفہیم البخاری، 7/801



(دوسری و آخری قسط)

# سیّدہ میمونہ

## سیدہ میمونہ کے اوصاف

اُمُّ المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہُ عنہا امت کی وہ عظیم محسنہ خاتون ہیں جن کے ذریعے اُمّت کو کئی مسائل کا حل ملا، انہی میں سے ایک مسئلہ حالتِ اِحرام میں نکاح کرنے کا بھی ہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ جس مرد اور عورت نے (حج یا عمرے کا) احرام باندھا ہو، اسے اس حالت میں نکاح کرنا جائز ہے۔[1] اور اس کی دلیل بخاری شریف کی یہ روایت ہے کہ حضور نے حالتِ اِحرام میں سیدہ میمونہ سے نکاح فرمایا۔[2]

سیدہ میمونہ سنتِ نبوی کی وہ پاسبان ہیں جنہوں نے اُمّت کو آدابِ بندگی سکھائے۔ آپ کی نگاہِ جوہر شناس نے حضور کے مبارک عادات و معمولات کو جس ترتیب اور سلیقے سے محفوظ فرمایا، وہ آپ کے بلند علمی مرتبے پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسولِ پاک صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کے نہانے کے لیے پانی رکھا اور کپڑے سے پردہ کیا، حضور نے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان کو دھویا، پھر سیدھے ہاتھ سے الٹے ہاتھ پر پانی ڈالا، پھر استنجا فرمایا، پھر اپنا ہاتھ زمین پر مار کر ملا اور دھویا، پھر کُلّی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور منہ اور بازو دھوئے، پھر اپنے سر پر پانی ڈالا اور اپنے بدن پر بہایا، پھر اس جگہ سے الگ ہو کر پاؤں مبارک دھوئے، اس کے بعد میں نے (بدن پونچھنے کے لیے) ایک کپڑا دیا تو حضور نے نہ لیا اور ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے۔[3]

اُمُّ المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہُ عنہا کو حضور کی سنتوں سے بے پناہ محبت تھی۔ اسی محبت کے باعث آپ کی مسواک ہمیشہ پانی میں بھیگی رہتی اور جب بھی نماز یا کسی اور کام سے فرصت ملتی، فوراً مسواک کر لیا کرتیں۔[4]

سیدہ میمونہ رضی اللہُ عنہا کی مبارک زندگی سخاوت، ایثار اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کے جذبے سے روشن تھی۔ آپ کے ایک عمل پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایسی رہنمائی عطا فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ اگر صدقہ اپنے مستحق رشتہ داروں پر کیا جائے تو اس میں صدقے اور صلہ رحمی، دونوں کا اجر جمع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے ایک کنیز آزاد کر دی۔ جب حضور تشریف لائے تو آپ نے اس کی اطلاع دی۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا: کاش! تم اسے اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو تمہارے لیے زیادہ ثواب ہوتا۔[5]

سیدہ میمونہ کو یہ منفرد مقام حاصل ہے کہ آپ کی بارگاہِ رسالت میں انتہائی درجہ احتیاط اور سچائی کی بدولت امت کو پاکیزگی سے متعلق نہایت اہم مسئلے کی وضاحت ملی۔ نیز آپ کا جذبۂ تقویٰ اس قدر بلند تھا کہ حضور کے وضو کی پاکیزگی کے لیے اپنی ہر کیفیت کو واضح فرما دیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ نے لگن (بڑے برتن) میں پانی لے کر غسل کیا، پھر حضور نے بھی اسی پانی سے وضو کرنا چاہا تو آپ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! میں ناپاک تھی۔ فرمایا: پانی تو ناپاک نہیں ہوتا۔[6]

مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں: لگن میں غسل کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس سے پانی لے کر غسل کیا نہ کہ اس میں بیٹھ کر یعنی بقیہ پانی حضرت میمونہ کا فضالہ تھا غسالہ نہ تھا۔[7]

سیدہ میمونہ رضی اللہُ عنہا کی سیرت سے پردے کے احکام پر

عمل اور بارگاہِ رسالت کے ادب کا بہترین نمونہ ملتا ہے۔ آپ نے دیگر ازواجِ مطہرات کی طرح حضور سے شرعی احکام سیکھے اور امت تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ حضرتِ اُمِّ سَلَمَہ کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر تھیں کہ اچانک حضرت ابنِ اُمِّ مکتوم آگئے، یہ پردے کا حکم دیئے جانے کے بعد کا واقعہ ہے، حضور نے ان دونوں بیویوں سے فرمایا: ان سے پردہ کرو۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں؟ نہ وہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہمیں پہچان سکتے ہیں۔ تو حضور نے ارشاد فرمایا: تو کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھ رہیں؟[8]

اُمُّ المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی مبارک زندگی کے ذریعے اُمت کو عبادات اور طہارت سے متعلق بہت سے قیمتی احکام حاصل ہوئے۔ آپ سے مروی روایات اس حقیقت کو بھی واضح کرتی ہیں کہ شریعتِ اسلامیہ تنگی نہیں بلکہ آسانی اور اعتدال کی تعلیم دیتی ہے۔ اس لیے پانی میں ایسی معمولی ملاوٹ جو اس کی پاکیزگی کو متاثر نہ کرے، پاکیزگی میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اسی سلسلے میں ایک نہایت سبق آموز واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور سیدہ میمونہ نے اس برتن سے وضو فرمایا جس میں گندھے ہوئے آٹے کا اثر باقی تھا۔[9]

## وصال

آپ نے حضور کے ساتھ 4 سال گزارے۔[10] زمانہ ایک عرصے تک آپ کے علم و عمل، زہد و عبادت اور تقویٰ و پرہیز گاری کے نور سے چمکتا دمکتا رہا، بالآخر وہ وقت قریب آیا کہ جس میں آپ نے اس دنیائے فانی سے کوچ کرنا تھا، اس وقت آپ مکہ شریف میں تھیں، روایت میں ہے کہ جب آپ کے مرضِ وفات نے شدت اختیار کی تو فرمانے لگیں: مجھے مکہ شریف سے باہر لے جاؤ کیونکہ حضور نے مجھے بتایا ہے کہ میرا انتقال مکہ میں نہیں ہو گا۔ چنانچہ جب آپ کو مکہ شریف سے باہر مقامِ سرف میں اس درخت کے پاس لایا گیا جس کے نیچے ایک خیمے میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے آپ کے ساتھ رسمِ عروسی ادا فرمائی تھی تو آپ کا انتقال ہو گیا۔[11] وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک 59 سال تھی۔[12]

آپ کے انتقال کے سال میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ مگر قولِ مشہور یہ ہے کہ 51 ہجری میں مقامِ سرف میں وفات پائی جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان سے زفاف فرمایا تھا۔

ابنِ سعد نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ سیدہ میمونہ نے 61 ہجری میں وفات پائی جبکہ امام ابنِ اسحاق کا قول ہے کہ 63 ہجری ان کے انتقال کا سال ہے۔ آپ کی وفات کے وقت آپ کے بھانجے حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موجود تھے، انہوں نے ہی آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کو قبر میں اتارا۔[13]

حضرت عطا فرماتے ہیں: ہم لوگ حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ مقامِ سرف میں حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازے میں شریک تھے۔ حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے لوگو! یہ حضور کی مقدس بیوی ہیں۔ لہٰذا جب تم ان کے جنازے اٹھاؤ تو اسے جھٹکے نہ دو، نہ زیادہ ہلاؤ بلکہ نرمی سے لے کر چلو۔[14]

حضرت یزید بن اصم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کو مقامِ سرف میں اسی چھپر کی جگہ میں دفن کیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان کو پہلی بار اپنی قربت سے سرفراز فرمایا تھا۔[15]

## سیدہ میمونہ کی کرامات

مدینہ روڈ پر نواریہ کے قریب مقامِ سرف واقع ہے۔ یہ مزار شریف اگرچہ مکہ مکرمہ سے باہر ہے تاہم یہاں حجاج کوشش کریں تو حاضری دے سکتے ہیں۔ یہ مزار مبارک سڑک کے بیچ میں ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ سڑک کی تعمیر کے لئے اس مزار شریف کو شہید کرنے کی کوشش کی گئی تو ٹریکٹر (TRACTOR)

الٹ جاتا تھا، ناچار یہاں چار دیواری بنا دی گئی۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی کرامت مرحبا![16]

ایک عاشقِ رسول کا کہنا ہے کہ آدھی رات کے وقت ہم مکہ شریف سے مدینہ منورہ جانے والے راستے پر واقع مقامِ سَرِف پہنچے جہاں اُمُّ المومنین سیدہ میمونہ کا مزار ہے، عجیب اتفاق ہے کہ اُس دن میں نے کچھ نہیں کھایا تھا، بھوک کی شدّت کی وجہ سے میری طاقت جواب دے چکی تھی، روٹی حاصل کرنے کی بہت کوشش کی مگر کہیں سے نہ ملی، مجبوراً زیارت کے لئے حجرۂ مقدّسہ میں گیا، میں نے مزارِ سیدہ میمونہ کے سامنے سلام عرض کیا، سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھ کر ان کی روح کو ایصالِ ثواب کیا، فقیرانہ صدا لگائی: اے پیاری امی جان! میں آپ کا مہمان ہوں، کھانے کے لئے کچھ عنایت فرمایئے اور اپنے الطافِ کریمانہ سے مجھے محروم نہ لوٹایئے۔ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اللہ پاک کی طرف سے اچانک تازہ انگور کے دو گُچّھے میرے ہاتھ میں آگئے! عجیب ترین بات یہ تھی کہ سردیوں کا موسم تھا اور کہیں بھی تازہ انگور نہیں ملتے تھے، میں حیران رہ گیا، ایک گُچھا تو میں نے وہیں کھا لیا، مزار شریف سے باہر آکر ایک ایک دانہ ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔[17]

محبت کا رشتہ صرف انسانوں تک محدود نہیں، بلکہ اللہ پاک کے مقبول بندوں، بندیوں اور پاکیزہ ہستیوں سے نسبت رکھنے والی بے جان چیزیں بھی ان کی جدائی کا اثر لیتی ہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ ان نفوسِ قدسیہ کی خوشبو پہچانتا ہے اور ان کے قرب کا طالب رہتا ہے۔ اُمُّ المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی شانِ کریمی اور ان کے مزارِ اقدس کی نورانیت کا عالم یہ ہے کہ وہاں کی مٹی اور سنگریزے بھی آپ کی نسبت سے محرومی برداشت نہیں کر پاتے۔ چنانچہ،

امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: چند سال قبل مدینہ روڈ پر نَوارِیہ کے قریب مقامِ سَرِف پر واقع اُمُّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزارِ فائض الانوار پر میں نے حاضری دی اور چند مبارک سنگریزے اٹھا کر کلمہ شریف پڑھ کر ان کو اپنے ایمان کا گواہ کیا اور اسلامی بھائیوں سے کہا کہ ان کو تبرُّکاً پاکستان میں اسلامی بھائیوں کو تحفۃً پیش کروں گا۔ جب اپنی قیام گاہ پر آیا تو ایک سنگریزہ (یعنی پتھر کا ٹکڑا) ایک جگہ سے نم ہو گیا تھا، کچھ دیر بعد اُس کی نمی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ میں نے اسلامی بھائیوں سے کہا: غالباً یہ اُمُّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے فراق میں رو رہا ہے، ان شاء اللہ میں اِن تمام سنگریزوں کو امّی جان رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا دوں گا۔ حیرت بالائے حیرت یہ کہ کچھ ہی دیر میں وہ خشک ہو گیا یعنی ڈھارس ملنے پر اُس نے رونا بند کر دیا۔ بالآخر میں نے اُمُّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے دربار میں حاضری دی اور ان سنگریزوں کو بَصَد اَدَب وہاں رکھ دیا اور امّی جان رضی اللہ عنہا سے معافی بھی مانگی۔[18]

## خدماتِ احادیث

ام المومنین حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا سے کل 76 حدیثیں مروی ہیں جن میں سے سات حدیثیں ایسی ہیں جو بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں مذکور ہیں اور ایک حدیث صرف بخاری میں ہے اور ایک ایسی حدیث ہے جو صرف مسلم میں ہے اور باقی حدیثیں احادیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔[19]

---

1 فتاویٰ ہندیہ، 1/283 2 بخاری، 1/607، حدیث: 1837 3 بخاری، 1/113، حدیث: 276 4 مصنف ابن ابی شیبہ، 2/219، حدیث: 1812 5 بخاری، 2/173، حدیث: 2592 6 ترمذی، 1/127، حدیث: 65 7 مراۃ المناجیح، 1/309 8 ترمذی، 4/356، حدیث: 2787 9 ابن ماجہ، 1/233، حدیث: 378 10 آخری نبی کی پیاری سیرت، ص138 11 دلائل النبوۃ للبیہقی، 6/437 12 آخری نبی کی پیاری سیرت، ص138 13 سیرت مصطفی، ص677 14 بخاری، 3/422، 423، حدیث: 5067 15 شرح زرقانی، 4/424 16 عاشقانِ رسول کی 130 حکایات، ص244، 245 ملتقطاً 17 مخزنِ احمدی، ص99 18 سفرِ مدینہ کے متعلق سوال جواب، ص5 19 سیرتِ مصطفی، ص676



# تسبیحِ فاطمہ

محترمہ اُمِّ سلمہ مدنیہ عطاریہ (ملیر کراچی)

سیدہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہُ عنہا گھر کے تمام کام اپنے مبارک ہاتھوں سے انجام دیتی تھیں۔ چکی پیستیں، پانی بھر کر لاتیں، گھر کی صفائی کرتیں اور کھانا بھی خود پکاتیں۔ ان کاموں کی مشقت سے آپ کے جسم اور لباس پر اس کے آثار نمایاں ہو جاتے تھے، مگر آپ صبر و استقامت کے ساتھ یہ ذمہ داریاں نبھاتی رہیں۔ ایک مرتبہ بارگاہِ رسالت میں غلام آئے، جب یہ خبر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ملی تو آپ بارگاہِ رسالت میں خادم مانگنے کے لئے حاضر ہوئیں، تو حضور نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ فرمایا: جب سونے کیلئے بستر پر جاؤ تو 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو (یہ تمہارے لئے غلام سے بہتر ہے۔)[1]

معلوم ہوا! ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہُ عنہا کو تسبیحِ فاطمہ کی صورت میں ایسا عظیم روحانی تحفہ عطا فرمایا جس کے بارے میں خود ارشاد فرمایا: یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن کی حقیقی قوت صرف ظاہری وسائل میں نہیں بلکہ اللہ پاک کے ذکر میں ہے۔ یہی ذکر دل کو سکون، روح کو تازگی، جسم کو طاقت اور زندگی کو برکت عطا کرتا ہے۔ لہٰذا ہر اسلامی بہن کو چاہیے کہ اس عظیم نبوی تحفے کی قدر کرے اور سونے سے پہلے تسبیحِ فاطمہ کو اپنا معمول بنالے۔ اگرچہ مذکورہ حدیثِ مبارک میں سونے سے پہلے تسبیحِ فاطمہ پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے، تاہم دیگر احادیث میں فرض نمازوں کے بعد بھی اس ذکر کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ لہٰذا ہر اسلامی بہن کو چاہیے کہ پانچوں نمازوں کے بعد بھی 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ، 33 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ کر آخر میں ایک مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھنے کی عادت بنائے۔ حدیثِ پاک میں اس کی یہ فضیلت بیان ہوئی ہے کہ اس ذکر کی برکت سے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔[2]

تسبیحِ فاطمہ پڑھنے کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ اسے حتی المقدور ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کیا جائے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: تم پر تسبیح، تہلیل اور تقدیس لازم ہے اور انہیں انگلیوں کے پوروں پر شمار کرو، کیونکہ انہی سے سوال کیا جائے گا اور انہیں قوتِ گویائی عطا کی جائے گی، اور غفلت نہ کرنا، ورنہ تم رحمت سے محروم کر دی جاؤ گی۔[3] بہتر ہے کہ تسبیح سیدھے ہاتھ پر پڑھی جائے کہ حضور سے سیدھے ہاتھ پر تسبیح شمار کرنا بھی ثابت ہے۔[4] البتہ! الٹے ہاتھ پر شمار کرنا بھی ناجائز نہیں۔

یہ شرعی مسئلہ بھی یاد رکھیے کہ جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہوتیں، ان کے بعد طویل اذکار و تسبیحات پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن جن فرضوں کے بعد سنتیں بھی ہوتی ہیں، ان میں پہلے سنتیں ادا کی جائیں، پھر فرصت سے اذکار و تسبیحات پڑھی جائیں۔ لہٰذا تسبیحِ فاطمہ پڑھنے میں بھی اسی ترتیب کا لحاظ رکھا جائے۔ اللہ پاک ہمیں تسبیحِ فاطمہ کو اپنی زندگی کا مستقل معمول بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1. کتاب الدعاء للطبرانی، ص94، حدیث: 231
2. مسلم، ص237، حدیث: 597
3. ترمذی، 5/338، حدیث: 3594
4. سنن کبری للبیہقی، 2/267، رقم: 3027

# شرحِ قصیدۂ معراجیہ (آخری قسط)



محترمہ بنتِ اشرف مدنیہ عطاریہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان)
گوجرہ منڈی بہاؤالدین

61

زبان کو انتظارِ گفتگو تو گوش کو حسرتِ شنیدن
یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا جو بات سننی تھی سن چکے تھے

**مشکل الفاظ کے معانی:** **گفتن:** گفتگو۔ **گوش:** کان۔ **شنیدن:** سننا۔

**مفہومِ شعر:** زبان کو گفتگو کا انتظار تھا اور کانوں کو سننے کی حسرت، مگر آپ نے جو کہنا و سننا تھا کہہ سن چکے تھے۔

**شرح:** حبیب و محبوب کے درمیان ہونے والے راز و نیاز کو جاننے کی آرزو تو تھی، مگر وہ ایسے اسرار تھے جو اللہ پاک اور اس کے محبوب ہی کے درمیان رہے، کسی اور کو ان پر مطلع نہیں کیا گیا۔ قرآنِ کریم میں ہے: فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴿۱۰﴾ (پ27، النجم:10) ترجمہ: پھر اس نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو اس نے وحی فرمائی۔ یا ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور منتظر رہے کہ میں کچھ کہوں لیکن بولنے کا موقع ہی نہیں ملا، کیونکہ جو کچھ بولا اور سنا گیا وہ زبان و کان کے واسطے کے بغیر تھا۔

62

وہ برج بطحا کا ماہ پارا بہشت کی سیر کو سدھارا
چمک پہ تھا خلد کا ستارا کہ اس قمر کے قدم گئے تھے

**مشکل الفاظ کے معانی:** **برج:** گنبد، فضائے آسمان کا بارہواں حصہ۔ **بطحا:** وادی بطحا، مکہ مکرمہ۔ **ماہ پارا:** چاند کا ٹکڑا۔ **بہشت:** جنت۔ **سدھارا:** روانہ ہوا۔ **خلد:** جنت۔ **قمر:** چاند۔

**مفہومِ شعر:** وادیِ بطحا یعنی مکہ شریف کا چاند جنت کی سیر کو نکلا اور اس کے قدم جنت کی زمین پر لگے تو جنت کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا اور وہ آپ کے پائے ناز کو چوم کر وجد کرنے لگی۔

**شرح:** اپنے رب کریم کے دیدار، راز و نیاز اور خصوصی انعامات سے سرفراز ہونے کے بعد حضور جنت کی سیر کے لیے تشریف لے گئے تو گویا جنت کی قسمت جاگ اٹھی۔ تفسیر روح البیان میں ہے: جنت بندوں کے نیک اعمال سے آباد ہوتی ہے۔[1] جیسا کہ مروی ہے کہ معراج کی رات حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے حضور سے فرمایا: میری امت کو بتا دیجیے کہ جنت کی مٹی نہایت عمدہ، پانی بہت میٹھا اور وہ خالی میدان ہے، جس کی شجر کاری سُبْحٰنَ اللہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور اللہُ اَکْبَر سے ہوتی ہے۔[2]

63

سرور مَقْدَم کی روشنی تھی کہ تابشوں سے مہِ عرب کی
جناں کے گلشن تھے جھاڑ فرشی جو پھول تھے سب کنول بنے تھے

**مشکل الفاظ کے معانی:** **سرور:** خوشی۔ **مقدم:** آنا۔ **تابش:** تجلی۔ **جھاڑ فرشی:** کانٹے دار فرش۔ **کنول:** نیلوفر کا پھول۔

**مفہومِ شعر:** حضور کی آمد کی خوشی میں ہر چیز روشن تھی اور حضور کی نورانی تجلیوں کی وجہ سے جنت کے باغات کے کانٹے گویا کہ گلشن اور تمام پھول نیلوفر کی طرح نظر آرہے تھے۔

**شرح:** حضور جب جنت میں داخل ہوئے تو آپ کے چہرۂ انور کی چمک دمک سے خلدِ بریں جگمگا اٹھا اور ماہِ عرب کی تجلیوں سے جنت کے گلستانوں کا ہر ہر پودا روشن و منور ہو گیا اور ان کے پھول گویا فانوس بن کر اپنی روشنی بکھیر رہے تھے۔

64

طرب کی نازش کہ ہاں لچکیے اَدَب وہ بندش کہ ہل نہ سکیے
یہ جوشِ ضِدَّین تھا کہ پودے کشاکشِ اَرَّہ کے تلے تھے

**مشکل الفاظ کے معانی:** **طرب:** خوشی۔ **نازش:** نخرہ۔ **لچکیے:** جھکیے۔ **ضدین:** دو مخالف چیزیں۔ **کشاکش:** کھینچا تانی۔ **ارہ:** آرا۔

**مفہومِ شعر:** خوشی سے جھومنے کی بے قراری اور ادب سے ٹھہرے رہنے کے باعث جنتی پودے ایسے ساکت تھے، گویا آرے کے نیچے ہوں۔

**شرح:** حضور کی آمد سے جنت کے درخت اور پودے خوشی سے جھومنا چاہتے تھے، مگر ادب کے باعث ساکت رہے۔ خوشی اور ادب کی انہی دو کیفیتوں نے انہیں یوں بے بس کر دیا، جیسے وہ آرے کے نیچے کھڑے ہوں۔

## 65

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروروں منزل میں جلوہ کر کے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آلئے تھے

**مشکل الفاظ کے معانی:** **تڑکا:** اجالا، سویرا۔

**مفہومِ شعر:** اللہ پاک کی شان دیکھیے! حضور کروڑوں منزلوں کی سیر کر کے پل بھر میں واپس تشریف لے آئے، مگر تاروں کی چمک اور روشنی ایسے ہی برقرار رہی، گویا صبح کا اجالا ہو۔

**شرح:** حضور نے شبِ معراج مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور وہاں سے ساتوں آسمانوں، جنت و دوزخ وغیرہ کی جسم و روح کے ساتھ رات کے ایک چھوٹے سے حصے میں سیر فرمائی۔ بلاشبہ اس کروڑوں برس کی مسافت کو چند ساعتوں میں طے کر لینا تعجب خیز بات ہے جو کہ حضور کا عظیم الشان معجزہ اور آپ کے خصائص میں سے ایک نمایاں خصوصیت ہے۔

## 66

نبی رحمت شفیعِ امت! رضاؔ پہ لِلّٰہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رَحمت کے واں بٹے تھے

**مشکل الفاظ کے معانی:** **خلعت:** لباس۔ **واں:** وہاں۔

**مفہومِ شعر:** اے شفیعِ اُمت! معراج کی رات کی عطاؤں میں سے رضا کو بھی وافر حصہ عطا فرما دیجئے۔

**شرح:** اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ اس شعر میں بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں: اے رحمت والے نبی! اے شفیعِ اُمت! اللہ پاک کے لیے اپنے غلام رضا پر بھی کرم فرمائیے اور معراج کی رات مقامِ دَنا پر اللہ پاک کی عطا کردہ خاص خلعتوں اور انعامات میں سے ایک حصہ اسے بھی عطا فرما دیجیے۔

اس مبارک رات اللہ پاک نے اپنے محبوب کو بے شمار انعامات سے نوازا، جن کی حقیقت اللہ پاک اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ البتہ! علمائے کرام نے لکھا ہے کہ ان بے شمار عطاؤں میں تین خاص انعامات یہ تھے: پانچ نمازوں کا حکم، سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور اُمّت کے ہر غیر مشرک فرد کی مغفرت۔[3]

## 67

ثنائے سرکار ہے وَظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنّا
نہ شاعری کی ہوس نہ پَروا رَوِی تھی کیا کیسے قافیے تھے

**مشکل الفاظ کے معانی:** **پروا:** غرض۔ **روی:** قافیہ کا حرفِ اصلی جس پر قافیہ کا دار و مدار ہو۔ **قافیہ:** شعر کا آخری سے پہلا ہم وزن لفظ۔

**مفہومِ شعر:** حضور کی نعت گوئی ہی میرا وظیفہ ہے اور یہی تمنا ہے کہ بس آقا قبول کر لیں، اس کے علاوہ نہ کوئی شاعری کی ہوس ہے اور نہ ہی ردیف قافیہ کی فکر۔

**شرح:** کلام کے آخری شعر میں اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ نہایت عاجزی سے عرض کرتے ہیں کہ میرا اصل وظیفہ صرف نعتِ مصطفےٰ ہے۔ میری ایک ہی آرزو ہے کہ آقا اس حقیر نذرانۂ عقیدت کو شرفِ قبول بخش دیں۔ مجھے نہ شاعری کی شہرت مطلوب ہے، نہ ردیف و قافیہ کی نمائش؛ میرا مقصود صرف اپنے محبوب سے محبت کا اظہار ہے۔

بلاشبہ اعلیٰ حضرت سچے عاشقِ رسول تھے۔ آپ کی پوری زندگی عشقِ رسول کا عملی نمونہ تھی، اسی لیے آپ کے ہر شعر سے محبتِ مصطفےٰ کی خوشبو آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود آج بھی آپ کا کلام عاشقانِ رسول کے دلوں میں عشقِ رسول کی تڑپ تازہ کر دیتا ہے۔

---

1. تفسیر روح البیان، 5/124
2. ترمذی، 5/286، حدیث: 3473
3. مسلم، ص93، حدیث: 431



# 63 نیک اعمال

## (نیک عمل نمبر 44)

اسلام ایک ایسا کامل اور رحمت بھرا دین ہے جو ہر مسلمان کی عزت، آبرو اور حرمت کی حفاظت کا درس دیتا ہے۔ اسی لیے اگر کسی مسلمان، بالخصوص کسی ذمہ دار یا دینی خدمت انجام دینے والے فرد سے کوئی لغزش ہو جائے تو اسلام اس کی اصلاح، خیر خواہی اور عیب پوشی کا حکم دیتا ہے، نہ کہ اس کی غلطی کو دوسروں میں بیان کر کے اسے رسوا کیا جائے۔ افسوس! آج کل اصلاح کے بجائے دوسروں کی کمزوریاں بیان کرنا، انہیں موضوعِ گفتگو بنانا اور ایک سے دوسرے تک ان کی باتیں پہنچانا عام ہوتا جا رہا ہے، حالانکہ اگر یہ بات اس کی عدم موجودگی میں اس انداز سے کہی جائے جو اسے ناگوار گزرے تو یہی غیبت ہے، جسے قرآنِ کریم نے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دیتے ہوئے ذکر کیا ہے: وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًاؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُؕ (پ26، الحجرات:12) ترجمہ: اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں ناپسند ہو گا۔

غیبت ایسا سنگین گناہ ہے جو نہ صرف نیک اعمال کو ضائع کرتا ہے بلکہ مسلمانوں کے باہمی اعتماد، محبت اور اخوت کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ اس لیے اگر کسی اسلامی بہن یا ذمے دار سے کوئی قابلِ اصلاح بات صادر ہو جائے تو سب سے پہلے نرمی، حکمت اور خیر خواہی کے ساتھ خود سمجھانے کی کوشش کی جائے۔ اگر خود اصلاح کرنی ممکن نہ ہو یا تنظیمی نقصان کا خطرہ ہو تو شرعی و تنظیمی اصولوں کے مطابق متعلقہ ذمہ دار تک بات پہنچائی جائے، نہ کہ ہر ایک کے سامنے اس کا ذکر کر کے غیبت جیسے کبیرہ گناہ میں مبتلا ہوا جائے۔

اسی مقصد کے پیشِ نظر امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے 63 نیک اعمال کے رسالے میں نیک عمل نمبر 44 عطا فرمایا ہے، تاکہ ہم اصلاح بھی کریں اور غیبت جیسے مہلک گناہ سے بھی محفوظ رہیں۔ وہ نیک عمل یہ ہے:

کسی ذِمّے دار (یا عام اسلامی بہن سے) برائی صادر ہو جائے اور اصلاح کی ضرورت محسوس ہو تو تحریری طور پر بذریعہ میسج یا براہِ راست مل کر (دونوں صورتوں میں نرمی کیساتھ) سمجھانے کی کوشش فرمائی، یا معاذَاللہ بلا اجازتِ شرعی کسی اور پر اظہار کر کے غیبت کا گناہِ کبیرہ کر بیٹھیں؟ ہاں! خود سمجھانے کی جرأت نہ ہو، یا ناکامی کی صورت میں تنظیمی طریقۂ کار کے مطابق مسئلہ حل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (جبکہ اُس کی بُرائی دعوتِ اسلامی کے لئے نقصان دہ ہو)

اس نیک عمل کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے غیبت کو نہایت سنگین گناہ قرار دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابۂ کرام نے عرض کی: اللہ پاک اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: تیرا اپنے مسلمان بھائی کا وہ عیب بیان کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ عرض کی گئی: اگر وہ عیب میرے بھائی میں موجود ہو؟ فرمایا: اگر وہ عیب اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر موجود نہیں تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔ (1)

غیبت ایسا مہلک گناہ ہے جو نہ صرف انسان کی نیکیوں کو ضائع کرتا ہے بلکہ گھروں، خاندانوں، برادریوں اور معاشرے کے امن و سکون کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔ بسا اوقات اسی کی وجہ سے محبتیں نفرتوں میں، اعتماد بداعتمادی میں اور خیر خواہی دشمنی میں بدل جاتی ہے۔ حضور نے معراج کی رات ایسے مردوں اور عورتوں کو دیکھا جو اپنی چھاتیوں کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السّلام سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ عرض کی: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں پر عیب لگاتے اور ان کی پیٹھ پیچھے برائیاں کرتے تھے اور ان کے متعلق اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: وَیۡلٌ لِّکُلِّ ہُمَزَۃٍ لُّمَزَۃٍ ۙ (پ30، الھمزۃ:1) (ترجمہ: اس کے لیے خرابی ہے جو لوگوں کے منہ پر عیب نکالے، پیٹھ پیچھے برائی کرے۔)[2]

غیبت کی قباحت کو مزید جاننے کے لیے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی نہایت سبق آموز ہے۔ ایک سفر میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ دو افراد کے ساتھ تھے۔ کسی عذر کی بنا پر ان کے لیے کھانے کا انتظام نہ ہو سکا تو ان دونوں نے حضرت سلمان اور حضرت اسامہ کی غیبت کی۔ جب وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا: میں تمہارے منہ میں گوشت کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم نے تو گوشت نہیں کھایا۔ ارشاد فرمایا: تم دونوں سلمان اور اسامہ کا گوشت کھاتے رہے ہو۔ (یعنی تم نے ان کی غیبت کی ہے۔)[3]

حضرت حسن بصری رحمۃُ اللہِ علیہ کی خدمت میں کسی نے عرض کی: مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ میری غیبت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میرے نزدیک تمہاری اتنی اہمیت بھی نہیں کہ میں اپنی نیکیاں تمہیں دے دوں۔[4]

واقعی غیبت ایسا گناہ ہے جس میں انسان دوسروں کی برائیاں بیان کر کے اپنی ہی نیکیوں کا سرمایہ ضائع کرتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی اسلامی بہن یا ذمہ دار سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس کی تشہیر کرنے یا دوسروں سے اس کا ذکر کرنے کے بجائے نرمی، حکمت اور خیر خواہی کے ساتھ اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر خود سمجھانا ممکن نہ ہو یا سمجھانے کے باوجود اصلاح نہ ہو اور اس کی برائی دعوتِ اسلامی کے لیے نقصان دہ ہو تو شرعی اجازت اور تنظیمی طریقۂ کار کے مطابق متعلقہ ذمہ دار کو آگاہ کیا جائے، لیکن غیبت جیسے کبیرہ گناہ سے ہر حال میں بچا جائے۔

یاد رکھیے! صبر، حلم اور نرمی وہ اوصاف ہیں جن سے بگڑے ہوئے معاملات بھی سنور جاتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں: ہم بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے کہ ایک بدبو پھیلی۔ حضور نے فرمایا: جانتے ہو یہ بدبو کس چیز کی ہے؟ پھر خود ہی ارشاد فرمایا: یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو مومنوں کی غیبت کرتے ہیں۔[5] اس لیے ہمیں اپنی زبان کی حفاظت کرنی چاہیے اور اصلاح کے نام پر غیبت میں مبتلا ہونے سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔

اللہ پاک کے پیارے و آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم صبر، حلم اور حسنِ اخلاق کا کامل نمونہ تھے۔ حضور نے بدلہ لینے کے بجائے اصلاح، عفو اور خیر خواہی کو اختیار فرمایا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ حضور کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے دوسروں کی پردہ پوشی کریں، نرمی کے ساتھ نیکی کی دعوت دیں اور امیرِ اہلِ سنت دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ کے عطا کردہ 63 نیک اعمال کے رسالے پر عمل کی کوشش کریں۔ ان شاء اللہ اس کی برکت سے ہماری زبان غیبت سے محفوظ، ہمارا دل اخلاص سے معمور اور ہمارا معاشرہ محبت، خیر خواہی اور اسلامی اخوت کا گہوارہ بن جائے گا۔

اللہ ہمیں جھوٹ سے غیبت سے بچانا مولیٰ ہمیں قیدی نہ جہنم کا بنانا
اے پیارے خدا از پئے سلطانِ زمانہ جنت کے محلات میں تو ہم کو بسانا

1 مسلم، ص1071، حدیث:6593
2 شعب الایمان، 5/309، حدیث:6750
3 تفسیر خازن، 4/170 ملتقطاً
4 احیاء علوم الدین، 3/183، دوزخ کے کتے، ص8
5 موسوعہ لابن ابی الدنیا، 4/364، رقم:70

# شرحِ شجرۂ قادریہ، رضویہ ضیائیہ، عطاریہ (قسط11)




محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ کراچی

11

طُورِ عرفان و عُلُوّ و حَمد و حُسنیٰ و بہا
دے علی، موسیٰ، حسَن، اَحمد، بہا کے واسطے

**مشکل الفاظ کے معنی:** **عرفان:** پہچان۔ **علو:** بلندی۔ **حمد:** تعریف، خوبی۔ **حسنیٰ:** حسن، خوبصورتی، بھلائی۔ **بہا:** چمک، نور۔

**مفہومِ شعر:** اے اللہ! شیخ علی بغدادی کا واسطہ! مجھے دونوں جہاں میں بلندی عطا فرما، شیخ موسیٰ کے صدقے اپنی پہچان میں بلند مقام، شیخ حسن کے وسیلے سے بھلائیاں، شیخ احمد کے وسیلے سے نیک و قابلِ تعریف صفات اور شیخ بہاؤ الدین کے صدقے دنیا و آخرت میں دل و ایمان کا نور عطا فرما۔

**حضرت شیخ علی بغدادی:** آپ کی ولادت بغداد شریف میں ہوئی۔ آپ کا نام علی اور لقب زبدۃ الاصفیاء تھا۔ آپ کا تعلق حضور غوثِ اعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃُ اللہِ علیہ کے عالی نسب خاندان سے تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سید محی الدین ابو نصر رحمۃُ اللہِ علیہ سے حاصل کی۔ آپ علومِ ظاہری و باطنی کے جامع، جید عالم، محدث اور ممتاز مناظر تھے۔ مدرسۂ قادریہ کے متولی اور قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے منصب پر بھی فائز رہے۔ اعلیٰ اخلاق، عاجزی اور شریعتِ مطہرہ کی پابندی آپ کا نمایاں وصف تھا۔ آپ کا وصال 23 شوال 739ھ (1339ء) میں بغداد شریف میں ہوا، جہاں مزارِ مبارک مرجعِ خلائق ہے۔

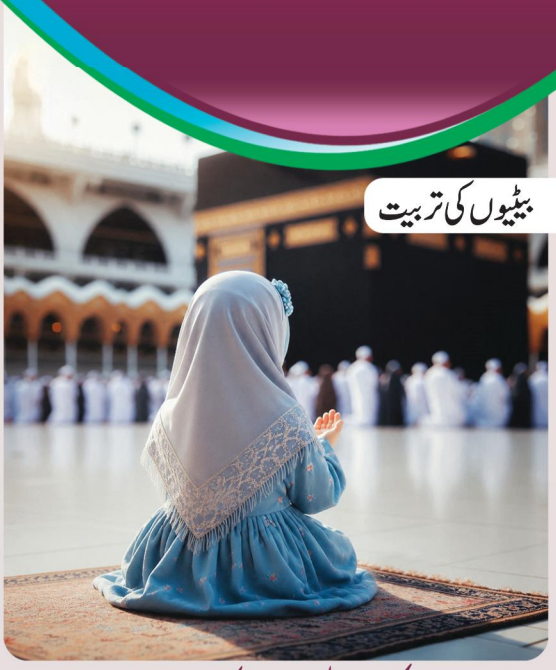
**حضرت میر سید موسیٰ:** آپ کا نام موسیٰ اور القابات شیخ المشائخ اور جامعُ الفضائل ہیں۔ آپ کی ولادت بغداد شریف میں ہوئی۔ آپ تقویٰ، عبادت، ریاضت، ذکر و فکر، عجز و انکساری اور حسنِ اخلاق کے پیکر تھے۔ ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے بلند روحانی مراتب کے مالک تھے۔ آپ کی خانقاہ رشد و ہدایت کا عظیم مرکز تھی جہاں سے بے شمار طالبانِ حق نے علمی و روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ کا وصال 13 رجب 763ھ میں ہوا اور مزارِ مبارک بغداد شریف میں مرجعِ خلائق ہے۔

**حضرت شیخ حسن بغدادی:** آپ کا نام حسن اور لقب شیخ الوقت تھا۔ آپ کی ولادت بغداد شریف میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد میر سید موسیٰ سے حاصل کی، انہی سے تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف پڑھا، بیعت کی اور خلافت پائی۔ آپ علم و فضل، زہد و تقویٰ، حسنِ اخلاق اور شفقت میں ممتاز تھے۔ آپ کی مجلس میں آنے والے آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر تائب ہو جاتے۔ آپ کا وصال 26 صفر المظفر 781ھ میں بغداد شریف میں ہوا۔

**سید احمد جیلانی:** آپ کا نام احمد اور القاب امامُ الطریقت اور زبدۃُ العارفین تھے۔ آپ کی ولادت بغداد شریف میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد سے حاصل کی اور علومِ شریعت کے ساتھ طریقت و تزکیۂ نفس کی منازل بھی کم عمری میں طے کیں۔ مجاہدات، عبادات اور ریاضت کے بعد خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ زاہد، عابد، باوقار اور صاحبِ علم بزرگ تھے اور بیشتر وقت عبادت میں گزارتے تھے۔ آپ کا وصال 19 محرم الحرام 853ھ میں بغداد شریف میں ہوا۔

**شیخ بہاؤ الدین شطاری:** آپ کا نام بہاؤ الدین اور القاب قطبِ وقت اور شیخ المشائخ تھے۔ آپ کی ولادت ہند کے شہر جنید میں ہوئی۔ آپ نے نہایت شوق سے علومِ دینیہ حاصل کیے اور اپنے دور کے جلیل القدر عالم، ممتاز فقیہ اور صاحبِ کرامت بزرگ بنے۔ عمدہ خوشبو سونگھتے ہی آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نہایت نفیس خوشبو لے کر حاضر ہوا، اسی خوشبو کے اثر سے آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا وصال 11 ذوالحجۃ الحرام 921ھ کو ہوا۔ مزارِ مبارک دولت آباد، دکن میں مرجعِ خلائق ہے۔[1]

1 تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص279، 282



# بیٹیوں کو توکل علی اللہ کی تربیت دیں

اُمِّ میلاد عطّاریہ*

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں آزمائش کے لیے بھیجا ہے اور ہر حال میں اپنی ذات پر بھروسا کرنے کی تعلیم دی ہے۔ قرآنِ کریم میں بار بار اہلِ ایمان کو توکل کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ(۱۲)﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔[1] ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔[2] والدین خصوصاً ماؤں کی یہ اہم ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کی ایسی تربیت کریں کہ ان کے دل میں اللہ پاک پر کامل اعتماد، اس کی رحمت پر یقین اور ہر حال میں اسی پر بھروسا کرنے کا جذبہ پیدا ہو، کیونکہ یہی ایمان کی مضبوطی اور زندگی کے سکون کا اصل راز ہے۔

آج کے دور میں والدین اپنی بیٹیوں کو اعلیٰ دنیاوی تعلیم، جدید ہنر، اچھی ملازمت اور روشن مستقبل دینے کے لیے تو بہت فکر مند نظر آتے ہیں، لیکن یہ فکر نسبتاً کم دکھائی دیتی ہے کہ ہماری بیٹی اللہ تعالیٰ پر کتنا اعتماد رکھتی ہے؟ وہ مشکلات کے وقت کس کی جانب توجہ کرتی ہے؟ اس کا دل اسباب پر زیادہ بھروسا کرتا ہے یا اسباب پیدا کرنے والے رب پر؟ اگر صحیح تربیت کی وجہ سے بیٹی کے دل میں توکل پیدا ہو جائے تو وہ کامیابی پر غرور نہیں کرے گی اور ناکامی پر مایوس بھی نہیں ہو گی بلکہ ہر حال میں اپنے رب کے فیصلے پر راضی رہنے کی کوشش کرتی رہے گی۔

بیٹیوں میں توکل کی تربیت کا آغاز بچپن ہی سے ہونا چاہیے۔ سب سے پہلے والدین خود اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے والے ہوں، کیونکہ بچے نصیحت سے زیادہ والدین کے کردار سے سیکھتے ہیں۔ اگر گھر میں کسی بیماری، مالی پریشانی یا کسی اور آزمائش کے وقت والدین بے صبری اور شکوہ کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، صبر اختیار کریں اور بچوں کے سامنے یہ کہیں کہ ”اللہ تعالیٰ ہمارے لیے بہتر فیصلہ فرمائے گا“ تو اس طرح کے الفاظ اور رویہ بیٹیوں کے دل میں اللہ پاک پر اعتماد پیدا کرے گا۔

بیٹیوں کو یہ بھی سمجھایا جائے کہ توکل کا مطلب ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا نہیں بلکہ جائز اسباب اختیار کرنے کے بعد نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا ہے۔ رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: اگر تم اللہ پر ایسا بھروسا کرو جیسا اس پر بھروسا کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اسی طرح رزق عطا فرمائے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے، وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔[3] غور کیجیے کہ پرندے اپنے گھونسلوں میں بیٹھے نہیں رہتے بلکہ کوشش کرتے ہیں اور اپنے رب پر اعتماد بھی رکھتے ہیں۔ یہی حقیقی توکل ہے جس کی تعلیم بیٹیوں کو دی جانی چاہیے۔

بیٹیوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کا یقین پیدا کرنے کے لیے قرآنِ کریم کے ایمان افروز واقعات سنائے جائیں۔ انہیں بتایا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے اپنے رب پر بھروسا رکھا، اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان کے لیے ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام جب دریا کے کنارے پہنچے اور پیچھے فرعون کا لشکر تھا تو آپ نے فرمایا: ﴿كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ(۶۲)﴾ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک

* نگرانِ عالمی مجلس مشاورت (دعوتِ اسلامی) اسلامی بہن

میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے اب راہ دیتا ہے۔[4] اللہ تعالیٰ نے دریا میں راستہ بنا دیا۔ اسی طرح حضرت مریم رضی اللہُ عنہا کی کفالت اور رزق کے واقعات بیٹیوں کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا۔

بیٹیوں کو دعا کی عادت ڈالنا بھی توکل کی بہترین تربیت ہے، کیونکہ دعا بندے کی طرف سے اللہ پاک پر اعتماد کا عملی اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔[5] بچیوں کو سکھایا جائے کہ ہر کام سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، امتحان سے پہلے، سفر سے پہلے، بیماری کے وقت اور ہر ضرورت میں سب سے پہلے اپنے رب کی طرف رجوع کریں۔ جب ان کی زندگی کا ہر مرحلہ دعا سے وابستہ ہو گا تو ان کا توکل بھی مضبوط ہوتا جائے گا۔

بیٹیوں کو یہ بھی سکھایا جائے کہ مشکلات زندگی کا حصہ ہیں اور مومن کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہُ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: حقوقِ الٰہی کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، جب مانگو تو اللہ ہی سے مانگو اور جب مدد چاہو تو اللہ ہی سے مدد چاہو۔[6] یہ حدیث بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کا بہترین اصول ہے، کیونکہ اس سے دل صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

بیٹیوں میں توکل پیدا کرنے کے لیے دینی مطالعہ بھی بہت ضروری ہے۔ انہیں قرآنِ کریم کا ترجمہ و تفسیر، انبیائے کرام علیہم السّلام کے واقعات، سیرتِ رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اور بزرگانِ دین کے حالات پر مشتمل کتابیں پڑھنے کی ترغیب دی جائے۔ بالخصوص مکتبۃ المدینہ کی ایسی کتابیں جن میں ایمان، دعا، صبر، شکر اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کے مضامین آسان انداز میں بیان کیے گئے ہوں ان کا مطالعہ کروایا جائے۔ ماؤں کو چاہیے کہ خود بھی دینی کتابوں کا مطالعہ کریں تاکہ بیٹیاں ان کے نقشِ قدم پر چلیں۔

اسی طرح مدنی چینل پر نشر ہونے والے اصلاحی پروگراموں خصوصاً "مدنی مذاکرہ" سے بیٹیوں کا تعلق قائم کیا جائے۔ ان پروگراموں میں قرآن و حدیث کی روشنی میں توکل، صبر، دعا، شکر، حسنِ اخلاق اور اسلامی طرزِ زندگی کی نہایت آسان انداز میں راہنمائی کی جاتی ہے۔ اگر گھر کے تمام افراد مل کر ایسے پروگرام دیکھیں اور ان میں بیان ہونے والی باتوں پر گفتگو بھی کریں تو بیٹیوں کی دینی اور روحانی تربیت میں بہت مدد ملے گی۔

گھر کے ماحول کو بھی ایسا بنایا جائے جہاں ہر نعمت پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" کہا جائے، ہر جائز و نیک کام سے پہلے "بسم اللہ" پڑھی جائے، ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے اور ہر معاملے میں دعا کا اہتمام ہو۔ بیٹی جب اپنی ماں کو ہر خوشی اور غم میں اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتے دیکھے گی تو اس کے دل میں بھی یہی یقین پیدا ہو گا کہ اصل سہارا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

یاد رکھیں! بیٹیوں کی بہترین تربیت صرف انہیں دنیاوی کامیابی دلانا نہیں بلکہ انہیں ایسا مضبوط ایمان عطا کرنا ہے کہ زندگی کی ہر خوشی اور ہر آزمائش میں ان کا دل اپنے رب سے وابستہ رہے۔ رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ میری امت میں ستر ہزار ایسے خوش نصیب لوگ ہوں گے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، ان کی صفات میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے رب پر کامل بھروسا کرتے ہیں۔[7] یہ فضیلت اس بات کی دلیل ہے کہ توکل اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ(۱۵۹)﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔[8] اس لیے والدین، خصوصاً ماؤں کو چاہیے کہ وہ اپنی بیٹیوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی قدرت پر یقین، دعا کا ذوق، صبر و شکر کی عادت اور توکل علی اللہ کی عظیم دولت پیدا کریں، انہیں قرآن و سنت سے وابستہ کریں، دینی مطالعے کی ترغیب دیں، مدنی چینل اور مدنی مذاکرہ سے جوڑیں اور ایسا دینی ماحول فراہم کریں جہاں ہر معاملے میں اعتماد صرف اللہ پاک کی ذات پر ہو۔ یہی تربیت بیٹیوں کو مضبوط ایمان، پُرسکون زندگی اور دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی عطا کرے گی۔

---

(1) پ4، اٰل عمرٰن: 122 (2) پ28، الطلاق: 3 (3) ابن ماجہ، 4/452، حدیث: 4164 (4) پ19، الشعرآء: 62 (5) پ24، المؤمن: 60 (6) دیکھیے: ترمذی، 4/231، حدیث: 2524 (7) بخاری، 4/23، حدیث: 5704 (8) پ4، اٰل عمرٰن: 159۔



# سمدھن کا کردار

محترمہ بنتِ مدثر عطاریہ
بحریہ ٹاؤن راولپنڈی

نکاح صرف ایک مرد و عورت کے درمیان ہونے والا معاہدہ نہیں بلکہ دو خاندانوں کو محبت، اعتماد اور احترام کے رشتے میں جوڑ دیتا ہے۔ اسی کے نتیجے میں کئی نئے تعلقات قائم ہوتے ہیں، جن میں ایک اہم رشتہ سمدھن کا بھی ہے۔ شوہر اور اس کی بیوی کی مائیں آپس میں سمدھن کہلاتی ہیں، جبکہ پاکستان کے بعض علاقوں میں انہیں کُڑمنی بھی کہا جاتا ہے۔ بظاہر یہ تعلق دو خواتین کے درمیان ہوتا ہے، مگر درحقیقت دونوں خاندانوں کے سکون اور نئی نسل کے خوشحال مستقبل میں اس کا اہم کردار ہوتا ہے۔

اگر دونوں سمدھنیں خیر خواہی، برداشت اور درگزر کا مظاہرہ کریں تو اختلافات بھی محبت میں بدل جاتے ہیں، لیکن اگر انا، شکوہ، طعنہ زنی اور مقابلہ بازی جگہ بنالیں تو اس کے اثرات صرف انہی تک محدود نہیں رہتے بلکہ نئی نویلی جوڑی کی ازدواجی زندگی بھی متاثر ہونے لگتی ہے، یہاں تک کہ معمولی باتیں گھروں کی تباہی کا سبب بن جاتی ہیں۔ اسی لیے اسلام نے حسنِ اخلاق، باہمی احترام اور خیر خواہی کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلدِّیْنُ النَّصِیحَۃُ یعنی دین خیر خواہی کا نام ہے۔[1] لہٰذا ایک سمدھن کو چاہیے کہ وہ اپنی مسلمان بہن کے لیے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتی ہے۔ یہی جذبہ بہت سے اختلافات کو جنم لینے سے پہلے ہی ختم کر دیتا ہے۔

آج گھریلو اختلافات کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ دونوں خاندان اپنی اولاد کی ہر بات کو بلا تحقیق درست سمجھ لیتے ہیں۔ اگر بیٹی کہے: امی! ساس نے یہ کہہ دیا یا بیٹا اپنی ماں سے کوئی شکایت کرے تو فوراً دوسری طرف کو قصوروار ٹھہرا لیا جاتا ہے، حالانکہ ہر بات کا دوسرا رخ بھی ہوتا ہے۔ دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ ایک ہی بات سن کر فیصلہ نہ کیا جائے بلکہ اولاد کو صبر، برداشت اور افہام و تفہیم سے معاملات سلجھانے کی تلقین کی جائے۔ ایک سمجھ دار سمدھن آگ پر پانی ڈالنے والی بنتی ہے، تیل ڈالنے والی نہیں۔ وہ اولاد کی ہر شکایت دوسری طرف پہنچانے کے بجائے انہیں سمجھاتی ہے کہ ہر گھر میں چھوٹی موٹی باتیں ہوتی رہتی ہیں اور برداشت ہی سے گھر آباد رہتے ہیں۔ معمولی اختلافات میں بچوں کو خود بات کر کے مسئلہ حل کرنے کی ترغیب دی جائے، کیونکہ جب ان میں پورے خاندان شامل ہو جائیں تو چھوٹی سی بات بھی بڑا تنازع بن جاتی ہے۔

اسی طرح گفتگو میں بھی احتیاط ضروری ہے۔ بعض لوگ جانے انجانے میں ایسے جملے کہہ دیتے ہیں جو دوسرے کے دل پر تیر کی طرح لگتے ہیں، مثلاً: ☆تم نے اپنی بیٹی کو کیا سکھا کر بھیجا ہے؟ ☆اسے تو روٹی تک بنانی نہیں آتی! ☆جہیز میں دیا ہی کیا تھا؟ یا دوسری طرف سے کہا جائے: ☆تمہارا بیٹا ذمہ داری اٹھانا ہی نہیں جانتا۔ ☆تمہارے لاڈ پیار نے اسے بگاڑ دیا ہے۔

ایسے جملے وقتی غصے کا اظہار تو ہو سکتے ہیں، لیکن ان کے اثرات برسوں تک باقی رہتے ہیں۔ زبان سے نکلا ہوا ایک سخت لفظ بعض اوقات وہ زخم دے جاتا ہے جو معافی کے باوجود آسانی سے نہیں بھرتا۔ اس لیے اگر کبھی اولاد کی کسی بات سے دل دکھ بھی جائے تو فوراً طعنہ زنی کے بجائے حکمت اور نرمی سے اصلاح کی کوشش کی جائے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ دنیا میں کوئی انسان کامل نہیں۔ ہر شخص میں کچھ خوبیاں اور کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں۔ اگر رشتہ طے کرتے وقت کسی بات پر رضامندی ظاہر کر دی گئی تو بعد میں اسی بات کو بار بار موضوعِ گفتگو بنانا مناسب نہیں۔ ہر وقت یہ کہنا کہ **ہمیں تو یہ معلوم نہیں تھا، یا ہم نے تو سوچا بھی نہیں تھا**، ایسی باتیں صرف دلوں میں فاصلے بڑھاتی ہیں۔

اسی طرح بے جا توقعات بھی گھریلو کشیدگی کا بڑا سبب بنتی ہیں۔ بعض اوقات دونوں سمدھنیں ایک دوسرے سے تحائف، دعوتوں یا خصوصی توجہ کی ایسی امیدیں وابستہ کر لیتی ہیں جو پوری نہ ہوں تو شکوے شکایات جنم لینے لگتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ اصول ذہن نشین کر لیا جائے کہ ہر ایک کو ہر چیز نہیں ملا کرتی اور اللہ پاک نے جو عطا فرمایا، اسی میں بہتری ہے تو بہت سے اختلافات خود بخود ختم ہو جائیں۔

اسی طرح اسلام دوسروں کے عیب تلاش کرنے کے بجائے پردہ پوشی کی تعلیم دیتا ہے، لہٰذا کامیاب سمدھن وہ ہے جو دوسری کی کمزوریاں اچھالنے کے بجائے اس کی عزت کا خیال رکھے اور جہاں ضرورت ہو، خاموشی سے اصلاح کی کوشش کرے۔

عیبوں کو ڈھونڈتی ہے عیب جو کی نظر
جو خوش نظر ہیں وہ ہنر و کمال دیکھتے ہیں

اگر سامنے والی سے کوئی غلطی ہو جائے تو اسے خاندان بھر میں بیان کرنے، رشتہ داروں میں چرچا کرنے یا بار بار دہرانے کے بجائے نظر انداز کر دینا بہتر ہے۔ یاد رکھیے! جو دوسروں کی عزت کی حفاظت کرتی ہے، اللہ پاک بھی اس کی عزت محفوظ فرماتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے کے ذاتی معاملات میں غیر ضروری مداخلت سے بھی حتی الامکان بچنا چاہیے۔ ہر گھر کے اپنے حالات اور اپنا نظم ہوتا ہے، اس لیے ہر بات میں مشورے دینا یا اپنی رائے مسلط کرنا ناگواری کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے: اگر سامنے والی ناک سے بھی کھائے تو منہ سے کھانے کا مشورہ نہ دیں۔ البتہ! اگر کوئی دینی یا اخلاقی غلطی ہو تو مناسب وقت، نرم لہجے اور اچھے انداز میں اصلاح کی کوشش کی جائے۔

خوشی اور غمی کے مواقع پر ایک دوسرے کا ساتھ دینا اس رشتے کی خوبصورتی ہے۔ بیماری، شادی بیاہ یا دیگر اہم مواقع پر خلوص سے شریک ہونا محبت بڑھاتا ہے، البتہ! ہر وقت بلا تکلف آنا جانا مناسب نہیں، کیونکہ روز روز کا آنا جانا قدر کھو دیتا ہے۔ اعتدال ہی محبت کو قائم رکھتا ہے۔ اسی طرح اگر کبھی دوسری جانب سے مطلوبہ توجہ یا عزت نہ ملے تو فوراً بدگمانی نہ کریں، ممکن ہے وہ کسی پریشانی یا مصروفیت میں ہو۔ بعض اوقات ایک مختصر سا جواب یا کسی دعوت میں شریک نہ ہو سکنا بھی غلط فہمی پیدا کر دیتا ہے، حالانکہ حقیقت کچھ اور ہوتی ہے، اس لیے ہمیشہ اچھے گمان سے کام لیجیے، کیونکہ شیطان مسلمانوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

نکاح کے بعد یہ حقیقت ذہن میں رہے کہ بیٹا اور بیٹی نئی ذمہ داریوں کے امین بن جاتے ہیں۔ شریعت نے میاں بیوی دونوں کو ایک دوسرے کے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعلیم دی ہے، اس لیے شادی کے بعد ان کی مصروفیات کو محبت کی کمی نہ سمجھا جائے۔ اب تو وہ بدل گیا ہے، ساس نے نظر بند کر دیا ہے وغیرہ جیسے شکوے اولاد پر بوجھ بنتے اور میاں بیوی کے تعلقات میں بھی کشیدگی پیدا کرتے ہیں۔

دانشمندی کا تقاضا ہے کہ اولاد کو دونوں گھروں کے حقوق ادا کرنے کی ترغیب دی جائے، نہ کہ اسے ایک طرف کھینچا جائے۔ اگر بیٹا سسرال جائے یا بیٹی اپنے سسرال والوں کا خیال رکھے تو اسے برا نہ سمجھا جائے، کیونکہ جس طرح ہم اپنی عزت چاہتے ہیں، دوسرا خاندان بھی یہی چاہتا ہے۔

یاد رکھیے! ایک اچھی سمدھن صرف اپنی بیٹی یا اپنے بیٹے کی خیر خواہ نہیں ہوتی بلکہ دوسرے خاندان کی عزت اور خوشی کو بھی اپنی خوشی سمجھتی ہے۔ وہ نفرتوں کے بجائے محبتیں بانٹتی، شکووں کے بجائے دعائیں دیتی اور اختلافات کے بجائے دلوں کو جوڑنے کی کوشش کرتی ہے۔ ایسی خواتین ہی درحقیقت دونوں خاندانوں کے درمیان مضبوط پل کا کردار ادا کرتی ہیں۔

اگر سمدھنیں ان باتوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لیں تو ان شاء اللہ نہ صرف ان کی اولاد کے گھر آباد رہیں گے بلکہ دونوں خاندان محبت، اعتماد اور باہمی احترام کے رشتے میں بندھے رہیں گے۔ یوں غیبت، بدگمانی، چغلی، طعنہ زنی اور دل آزاری جیسے گناہوں سے بھی حفاظت نصیب ہو گی، اور گھر سکون و رحمت کا گہوارہ بن جائیں گے۔

اللہ پاک خاندانِ مصطفےٰ کے صدقے ہمارے گھروں میں محبت، اتفاق، خیر خواہی اور باہمی احترام کو ہمیشہ قائم رکھے، ہمیں اپنی زبان اور رویّے کی حفاظت کرنے اور رشتوں کو جوڑنے والا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

**نوٹ:** اپنا اور اپنی اولاد کا گھر "سوئیٹ ہوم" بنانے کیلئے علم و حکمت کے مدنی پھول سیکھنے کی خاطر مدنی مذاکرے دیکھنے کو اپنا معمول بنا لیجئے۔

---

1 مسلم، ص 51، حدیث: 196



# اعجازُ القرآن

محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ لاہور

معجزہ اس خلافِ عادت معاملہ کو کہتے ہیں جسے اللہ پاک اپنے نبی کے ہاتھ پر اس کی نبوت کی صداقت کے ثبوت کے طور پر ظاہر فرماتا ہے۔ انبیائے کرام علیہمُ السّلام کو بے شمار معجزات عطا ہوئے، لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا سب سے عظیم اور دائمی معجزہ قرآنِ کریم ہے۔ یہ معجزہ اس اعتبار سے بھی بے مثال ہے کہ ایک اُمّی نبی پر نازل ہوا، جنہوں نے نہ کسی استاد سے تعلیم حاصل کی، نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا، پھر بھی ایسا کلام پیش فرمایا جو علوم و معارف کا خزانہ اور قیامت تک کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

اسلام سے پہلے عرب اپنی فصاحت و بلاغت، شعر و سخن اور زبان دانی پر بے حد ناز کرتے تھے۔ ان کی عربی زبان اپنے بیان، فصاحت اور بلاغت کی خوبصورتی کی وجہ سے ممتاز تھی، یہاں تک کہ وہ خود کو اہلِ زبان اور غیر عربوں کو عجمی کہتے تھے۔ شعر و ادب ان کی زندگی کا اہم حصہ تھا اور بڑے بڑے شعرا اپنے کلام پر فخر کرتے تھے۔ ایسے ماحول میں اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر قرآنِ مجید نازل فرمایا، جو زبان و ادب کا ایسا بے مثال شاہکار تھا کہ عرب کے نامور فُصَحا اور بُلَغا بھی اس کے مقابلے سے عاجز آ گئے۔

قرآنِ کریم صرف اپنی فصاحت و بلاغت ہی میں بے نظیر نہیں بلکہ عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات اور زندگی کے ہر شعبے میں کامل راہ نمائی فراہم کرتا ہے۔ جن لوگوں نے تعصب سے ہٹ کر انصاف کے ساتھ اس میں غور کیا، انہوں نے اسے اللہ پاک کا کلام مان کر ایمان قبول کر لیا، جبکہ ضد، تکبر اور ہٹ دھرمی میں مبتلا لوگوں نے کبھی اسے جادو، کبھی شعر، کبھی اگلوں کی کہانیاں اور کبھی انسانی کلام کہا، مگر اپنے تمام دعووں کے باوجود اس جیسا کلام پیش نہ کر سکے۔

## اعجازُ القرآن کی چند نمایاں وجوہات

قرآنِ کریم کے معجزہ ہونے کی کئی وجوہات ہیں۔ ان میں ایک نمایاں وجہ یہ ہے کہ جتنی بار بھی اسے پڑھا یا سنا جائے، اس کی تازگی اور تاثیر میں کبھی کمی نہیں آتی۔ نہ پڑھنے والے اکتاتے ہیں نہ سننے والے۔ دنیا میں کوئی دوسری کتاب ایسی نہیں جس کی تلاوت، تعلیم اور حفظ کا سلسلہ اس قدر وسیع اور مسلسل ہو۔ ہر روز کروڑوں مسلمان نمازوں، مدارس، گھروں اور مساجد میں قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں، جبکہ رمضان المبارک میں لاکھوں حفاظ اسے سناتے اور سنتے ہیں۔

قرآنِ کریم کا ایک عظیم اعجاز یہ بھی ہے کہ اسے یاد کرنا انتہائی آسان ہے۔ عرب ہوں یا عجم، بچے ہوں یا بوڑھے، مرد ہوں یا عورتیں، دنیا بھر میں لاکھوں بلکہ کروڑوں افراد اسے سینوں میں محفوظ کیے ہوئے ہیں۔ دوسری آسمانی کتابوں کے ماننے والوں میں یہ امتیاز نظر نہیں آتا، جبکہ امتِ مسلمہ میں کم عمر بچے بھی حافظِ قرآن بن جاتے ہیں۔ یہ شرف صرف قرآنِ مجید ہی کو حاصل ہے اور اسی میں اللہ پاک کے اس ارشاد کی عملی شان نمایاں ہوتی ہے: وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ (پ27، القمر: 40) ترجمہ: اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے / نصیحت لینے کے لیے آسان کر دیا۔

یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں مسلمانوں نے قرآنِ کریم کی

تلاوت، حفظ، تعلیم اور اشاعت کو اپنی سعادت سمجھا اور اس مبارک کتاب سے وابستگی کو اپنے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ جانا۔

## فصاحت و بلاغت کا بے مثال معجزہ

قرآنِ کریم کا ایک نمایاں اعجاز اس کی بے مثال فصاحت و بلاغت ہے۔ اگرچہ یہ عربی زبان میں نازل ہوا، مگر اس کا اسلوب نہ شعر ہے نہ نثر، بلکہ ایسا منفرد کلام ہے جس کی نظیر پیش کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ عرب کے بڑے بڑے فُصَحا و بُلَغا، جو اپنی زبان دانی پر ناز کرتے تھے، قرآنِ کریم کی ہیبت اور عظمت کے سامنے بے بس ہو گئے اور اس کے مقابلے میں ایک لائن بھی پیش نہ کر سکے۔

اللہ پاک نے منکرین کو بار بار چیلنج دیا کہ اگر تم قرآن کو انسانی کلام سمجھتے ہو تو اس جیسا کلام بنا کر دکھاؤ۔ پہلے پورے قرآن، پھر دس سورتیں، پھر ایک سورت، بلکہ آخر میں صرف ایک کلام ہی پیش کرنے کا مطالبہ فرمایا، مگر تمام عرب اپنی فصاحت، شاعری اور خطابت کے باوجود اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے۔ ارشادِ الٰہی ہے: قُلْ لَّىٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾ (پ15، بنی اسرائیل:88) ترجمہ: تم فرماؤ: اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

یعنی اگر تمام جن و اِنس اِس پر متفق ہو جائیں کہ فصاحت و بلاغت، حُسنِ ترتیب، علومِ غیبیہ اور معارفِ الٰہیہ وغیرہا میں سے کسی کمال میں قرآن کے برابر کوئی چیز لے آئیں تو وہ ایسا نہ کر سکیں گے۔ مشرکین نے کہا تھا کہ ہم چاہیں تو اس قرآن کی مثل بنا لیں اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اللہ پاک نے اُن کو جھٹلایا کہ خالق کے کلام کے مثل مخلوق کا کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر وہ سب باہم مل کر کوشش کریں جب بھی ممکن نہیں کہ اِس کلام کے مثل لا سکیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، تمام کفار عاجز ہوئے اور انہیں رسوائی اُٹھانا پڑی اور وہ ایک لائن بھی قرآنِ کریم کے مقابل بنا کر پیش نہ کر سکے۔[1]

اسی طرح ارشاد فرمایا: وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾ (پ1، البقرۃ:23) ترجمہ: اور اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں کوئی شک ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی ہے تو تم اس جیسی ایک سورت بنا لاؤ اور اللہ کے علاوہ اپنے سب مددگاروں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود یہ چیلنج آج بھی اپنی جگہ قائم ہے۔ نہ اُس وقت کوئی اس کا جواب دے سکا اور نہ آج تک کوئی اس کی مثل پیش کر سکا۔ یہی قرآنِ کریم کے الٰہی کلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سچے رسول ہونے کی روشن دلیل ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

تِرے آگے یُوں ہیں دَبے لچے فُصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

الغرض قرآنِ کریم ہر اعتبار سے معجزہ ہے۔ اس کے الفاظ، اسلوب، علوم، فصاحت و بلاغت اور بے مثال تاثیر ہر دور کے انسان کو اس کی سچائی کی دعوت دیتے ہیں۔

لہٰذا ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم قرآنِ کریم کے اعجاز پر کامل ایمان رکھنے کے ساتھ اس کی تلاوت، فہم اور عمل کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں۔ اپنے گھروں کو قرآن کی آواز سے آباد کریں، اپنی اولاد کو اس کی تعلیم، حفظ اور آداب سے آراستہ کریں اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔ یہی وہ عظیم نعمت ہے جو دنیا میں ہدایت، سکون اور برکت، جبکہ آخرت میں کامیابی اور نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ پاک ہمیں قرآنِ کریم سے سچی محبت، اس کی صحیح سمجھ اور اس کے احکام پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

1 تفسیر خازن، 3/191 ماخوذاً، تفسیر نسفی، ص635 ماخوذاً



# دارُالافتاء اَہلسنّت

مفتی فضیل رضا عطّاری*

دارُالافتاء اہلِ سنّت (دعوتِ اسلامی) مسلمانوں کی شرعی راہنمائی میں مصروفِ عمل ہے، تحریری، زبانی، فون اور دیگر ذرائع سے ملک و بیرونِ ملک سے ہزارہا مسلمان شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں، جن میں سے تین منتخب فتاویٰ ذیل میں درج کیے جارہے ہیں۔

## 1 بوقتِ دعا دونوں ہاتھ ملانا درست ہے یا جُدا رکھنا؟

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا کرتے ہوئے دونوں ہاتھ ملے ہوں یا ان میں فاصلہ ہونا چاہیے، درست طریقہ کونسا ہے؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دعا کرتے ہوئے دونوں ہاتھ ملے ہوں یا ان میں فاصلہ ہو، دونوں طریقے ہی درست ہیں، البتہ دونوں ہاتھوں میں کچھ نہ کچھ فاصلہ ہونا افضل ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

## 2 صدقے کے علاوہ دیگر اعمال کا ثواب ایصال کرنے کا حکم؟

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا صدقہ کے علاوہ دیگر اعمال کا بھی ایصالِ ثواب ہو سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

تمام نیک اعمال خواہ عبادات بدنیہ ہوں جیسے نماز، روزہ و تلاوتِ قرآن یا عبادات مالیہ ہوں جیسے زکوٰۃ و فطرہ وغیرہ۔ ان سب کا ثواب زندہ یا مردہ کسی بھی مسلمان کو پہنچانا، جائز و مستحسن ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ”انہ سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ اذا نتصدق عن موتانا ونحج عنہم ندعو لہم فہل یصل ذلك الیہم؟ قال نعم ویفرحون بہ کما یفرح احدکم بالطبق اذا اھدی الیہ۔“ یعنی انہوں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے سوال کیا اے اللہ کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم! جب ہم اپنے مُردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور ان کی طرف سے حج کرتے ہیں اور ان کے لیے دعا کرتے ہیں تو کیا وہ انہیں پہنچتا ہے؟ تو ارشاد فرمایا ہاں! وہ اس سے اسی طرح خوش ہوتے ہیں جیسا کہ تم میں سے کوئی اس وقت خوش ہوتا ہے کہ جب اسے کھانے کا تھال بھیجا جائے۔ (عمدۃ القاری، 3/177)

حضرت عبد العزیز بن عبد اللہ بن عمر اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: ”قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من حج عن والدیہ بعد وفاتہما کتب لہ عتقا من النار وکان للمحجوج عنہما اجر حجۃ تامۃ من غیر ان ینقص

* دارالافتاء اہلِ سنّت
عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ، کراچی

من اجورھما شیئاً“یعنی رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو اپنے والدین کی طرف سے ان کی وفات کے بعد حج کرے اس کے لیے آگ سے آزادی لکھ دی جاتی ہے اور جن کے لیے حج کیا گیا انہیں ایک مکمل حج کا ثواب ملے گا بغیر اس کے، کہ ان دونوں کے اجر میں سے کچھ کم کیا جائے۔

(شعب الایمان، 6/205)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:”مامن مومن ولا مومنة یقرأ آیة الکرسی ویجعل ثوابھا لاھل القبور الالم یبق علی وجه الارض قبرالا ادخل اللہ فیه نوراً فوسع قبره من المشرق الی المغرب وکتب للقارئ ثواب سبعین شھیدا“یعنی کوئی بھی مومن یا مومنہ جو آیت الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب اہلِ قبور کو ایصال کرے (تو) زمین پر کوئی ایسی قبر نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ اس میں نور داخل فرماتا ہے اس کی قبر کو مشرق سے مغرب تک وسیع فرمادیتا ہے اور قاری کے لیے ستر شہیدوں کا ثواب لکھتا ہے۔

(القراءۃ عند القبور لابی بکر خلال، ص35)

بہارِ شریعت میں ہے:”رہا ثواب پہنچانا کہ جو کچھ عبادت کی اس کا ثواب فلاں کو پہنچے اس میں کسی عبادت کی تخصیص نہیں ہر عبادت کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے نماز روزہ، زکاۃ، صدقہ، حج، تلاوت قرآن، ذکر، زیارتِ قبور فرض و نفل سب کا ثواب زندہ یا مردہ کو پہنچا سکتا ہے۔“(بہار شریعت، 1/1201)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

## 3 فوتگی پر اہلِ خانہ کا تین دن تک تعزیت کے لیے بیٹھنا کیسا؟

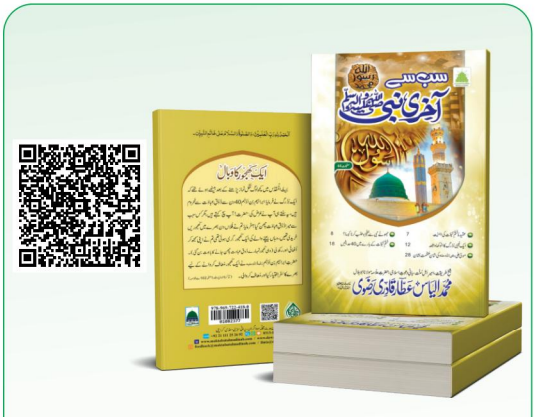
**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کی تدفین کے بعد عام طور پر ہمارے ہاں تین دن تعزیت کے لیے بیٹھنے کا رواج ہے کہ میت کے گھر والے اپنے گھر کے پاس یا کسی مناسب جگہ بیٹھتے ہیں اور دیگر مسلمان ان سے تعزیت کرنے آتے ہیں تو اس طرح تین دن بیٹھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ نیز اگر کبھی میت کے ورثاء تین دن سے پہلے یہ سلسلہ ختم کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں یا نہیں؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

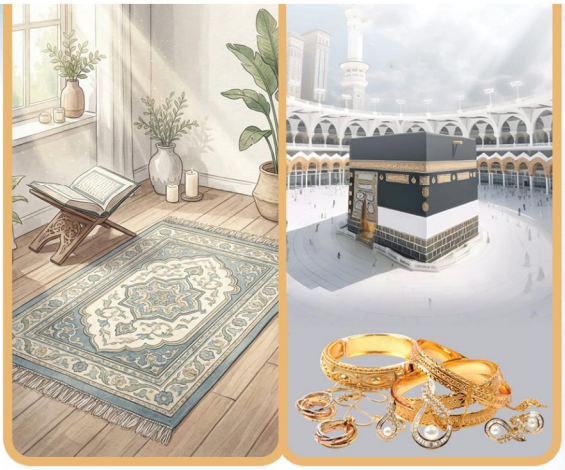
اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کسی مسلمان کے انتقال پر اس کے گھر والوں سے تعزیت کرنا، انہیں صبر و ہمت کی تلقین کرنا سنت اور بہت بڑے ثواب کا کام ہے اور میت کے گھر والوں کا گھر وغیرہ کسی مناسب جگہ تین دن تک اس مقصد سے بیٹھنا بھی شرعاً جائز و مباح ہے جبکہ اس میں کسی ممنوع کام (مثلاً: گلی، روڈ وغیرہ بند کر کے وہاں بیٹھنا کہ جس سے گزرنے والوں کو تکلیف ہو یا اس موقع پر مہنگی قالین و چادریں بچھانا، مختلف قسم کے کھانے و مشروبات اور دیگر ناموری کے اسباب اختیار کرنا، یونہی میت کی تعریف میں حد سے بڑھنا اور تعزیت کے وقت وہ باتیں کرنا جو غم والم کو زیادہ کریں وغیرہ) کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ البتہ اس طرح بیٹھنا کوئی لازم و ضروری نہیں بلکہ تصریحات فقہاء کے مطابق اس کا ترک (یعنی تعزیت کے لیے نہ بیٹھنا) افضل و احسن ہے، لہٰذا تین دن سے پہلے اس سلسلہ کو ختم کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم


عقیدۂ ختمِ نبوت کی اہمیت، احادیث اور صحابہ و تابعین کے ارشادات پڑھنے کے لیے امیرِ اہلِ سنت کا رسالہ ”سب سے آخری نبی“ مکتبۃ المدینہ سے حاصل کیجیے یا کیو آر کوڈ کے ذریعے پی ڈی ایف ڈاؤن لوڈ کیجیے۔



# اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی فضیل رضا عطاری*

## 1 عورت کا حالتِ احرام میں زیورات پہننا کیسا؟

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا اسلامی بہن احرام کی حالت میں زیورات پہن سکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اسلامی بہن احرام کی حالت میں زیورات پہن سکتی ہے کہ عورت کا حالتِ احرام میں زیورات پہننا ناجائز و گناہ نہیں البتہ بچنا بہتر ہے کیونکہ زیورات، زینت میں داخل ہیں اور حالتِ احرام میں زینت مکروہِ تنزیہی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

## 2 نماز میں بلا عذر قیام چھوڑنے کا شرعی حکم

**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ چار رکعت فرض نماز میں صرف پہلی دو رکعتیں کھڑے ہو کر ادا کرتی ہیں جبکہ آخری دو رکعتوں میں کھڑی نہیں ہوتیں، بیٹھے بیٹھے ہی ادا کرتی ہیں حالانکہ انہیں کوئی عذر بھی نہیں ہوتا، معلوم یہ کرنا ہے کیا نماز میں عورتوں کو کھڑا ہونا لازم نہیں ہے؟ اور اگر لازم ہے تو جو نمازیں اس طرح ادا کرتی ہیں، ان کی نمازوں کا کیا حکم ہوگا؟ برائے کرم رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

چار رکعت فرض نماز کی تمام رکعتوں میں قیام فرض ہے، اگر ایک رکعت بھی بلاعذرِ شرعی بیٹھ کر ادا کی تو نماز نہ ہوگی اور اس مسئلہ میں مردوں کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ عورتوں پر بھی مردوں کی طرح فرض نماز میں قیام فرض ہے، علمِ دین سے دوری کی وجہ سے کچھ خواتین اس طرح کرتی ہیں مگر ان کا یہ عمل شرعی اعتبار سے ہرگز درست نہیں، ان پر لازم ہے کہ مکمل چار رکعت قیام کے ساتھ ادا کریں، بلا عذرِ شرعی قیام ترک نہ کریں اور جتنی نمازیں اس طرح بلاعذرِ شرعی بیٹھ کر ادا کیں یا کسی ایک رکعت میں بھی قیام چھوڑا، وہ تمام نمازیں فرض چھوڑنے کی وجہ سے ادا نہیں ہوئیں، ان پر فرض ہے کہ ان نمازوں کو دوبارہ پڑھیں اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ بھی کریں۔

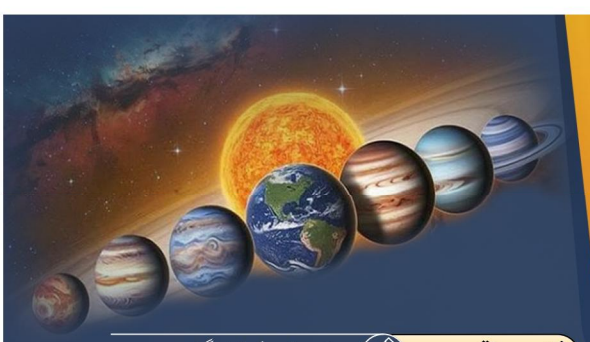
**نوٹ:** فرض، واجب اور فجر کی سنتوں کی تمام رکعتوں میں قیام فرض ہے، اس کے علاوہ سنن و نوافل میں قیام فرض نہیں، لہٰذا ان نمازوں کو اگر کوئی مرد یا عورت بلاعذر بھی بیٹھ کر پڑھے تو نماز بلا کراہت ہو جائے گی اور لوٹانے کی بھی حاجت نہیں۔ البتہ قیام پر قدرت ہونے کی صورت میں قیام کے ساتھ ادا کرنا افضل و باعثِ تکمیلِ ثواب ہے۔

تنبیہ! سنتِ مؤکدہ نماز کی ایک قسم تراویح کی نماز ہے کہ یہ بھی سنتِ مؤکدہ ہے اور اسے بلاعذر بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، کچھ علماء کے نزدیک سنتِ فجر کی طرح اسے بلا عذر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے مگر صحیح یہی ہے کہ تراویح کی نماز بلاعذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں البتہ اسے بیٹھ کر پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

* دار الافتاء اہلِ سنّت
عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ، کراچی

# اعتقادات وتوہمات (قسط نمبر5)



محترمہ بنتِ مقصود عطاریہ
طالبہ فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز عرب، بحرین

## ستاروں کو مؤثر جاننا

علمِ ہیئت کے ماہرین اور قدیم یونانی فلاسفہ کے نزدیک سات آسمانوں پر سات سیارے گردش کرتے ہیں، جبکہ آٹھویں آسمان پر حرکت نہ کرنے والے ستارے ہیں۔ ان پر سیاروں کے مجموعوں سے بننے والی بارہ شکلوں کو وہ بُروج کہتے ہیں، جن کے نقوش ان کے نزدیک نویں آسمان پر ظاہر ہوتے ہیں۔[1] اہلِ نجوم کہتے ہیں کہ فلاں ستارہ جب فلاں برج میں پہنچ جاتا ہے تو بارش، قحط اور طوفان پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اسی بنا پر وہ نام اور تاریخِ پیدائش سے ستارہ نکال کر زندگی کے حالات، کامیابی و ناکامی اور مستقبل کی پیش گوئیاں کرتے ہیں، یہاں تک کہ اخبارات میں ”آپ کا ہفتہ کیسا رہے گا؟“ جیسے کالم بھی اسی بنیاد پر شائع ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام باتیں بے اصل اور دورِ جاہلیت کی یادگار ہیں۔ اسلام میں ایسے باطل نظریات کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ نظامِ کائنات کا حقیقی مالک و مختار صرف اللہ پاک ہے، اسی کے حکم سے ہر کام ہوتا ہے۔ ستاروں کو مؤثرِ حقیقی ماننا یا ان کی ذاتی تاثیر کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔[2]

ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ رکھنا، مثلاً: یہ کہنا کہ فلاں ستارہ فلاں برج میں پہنچا تو بارش ہوئی، صریح باطل ہے۔ اس کا رد اس حدیثِ مبارک سے بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارش ہونے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ صحابۂ کرام نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: (اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:) میرے کچھ بندے مومن اور کچھ کافر ہو گئے۔ جس نے کہا: ہم پر اللہ پاک کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی، وہ مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کی تاثیر کا منکر ہوا اور جس نے کہا: ہم پر فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی، وہ میرا منکر ہوا اور ستاروں کی تاثیر پر ایمان لایا۔[3]

بہارِ شریعت میں ہے: ستاروں کی تاثیر مانتے ہوئے یہ کہنا کہ فلاں ستارہ طلوع ہو گا تو فلاں واقعہ پیش آئے گا یا فلاں نچھتر سے بارش ہو گی، خلافِ شرع اور باطل ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں ایسے عقائد کی سختی سے تردید فرمائی گئی ہے۔[4]

اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ سے ستاروں کی سعادت و نحوست پر اعتقاد کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: نیک مسلمان کے لیے کوئی چیز نحس نہیں، کافر کے لیے کوئی چیز سعد نہیں، جبکہ گناہ گار مسلمان کے لیے اس کا اسلام ہی سعادت ہے اور قبول ہونے کی صورت میں اطاعت بھی سعادت کا سبب ہے۔ رہے ستارے، تو ان میں کوئی ذاتی سعادت یا نحوست نہیں۔ انہیں مؤثرِ حقیقی ماننا شرک، ان سے مدد مانگنا حرام اور ان کی رعایت کرنا بھی خلافِ توکل ہے۔[5]

**ستاروں کے مطابق شادی کی تاریخ رکھنا:** بدقسمتی سے بہت سے پڑھے لکھے لوگ بھی ستاروں کی تاثیر کے اس قدر قائل ہو چکے ہیں کہ شادی، کاروبار اور دیگر اہم فیصلے بھی ستاروں کی نقل و حرکت کے مطابق کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نجومی ایسے لوگوں کو دھوکا دے کر بڑی بڑی رقمیں بٹورتے رہتے ہیں۔ بسا اوقات لڑکا لڑکی کا رشتہ طے ہونے اور ضروری تحقیق مکمل ہونے کے باوجود صرف یہ کہہ کر انکار کر دیا جاتا ہے کہ دونوں کے ستارے آپس میں نہیں ملتے، اس لیے یہ شادی کامیاب نہیں ہو گی۔

یاد رہے! ستاروں کا انسانی قسمت سے کوئی تعلق نہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت قتادہ رحمۃُ اللہِ علیہ سے مروی ہے کہ اللہ پاک

نے ستارے تین مقاصد کے لیے پیدا فرمائے: آسمان کی زینت، شیاطین کو سنگسار کرنے اور راستوں کی رہنمائی کے لیے۔ جس نے اس کے علاوہ کوئی اور معنی بیان کیے، اس نے غلطی کی اور بلا علم بات کی۔[6] لہٰذا مسلمانوں کو ستاروں کی تاثیر، برجوں کی پیش گوئیوں یا آپ کا آج، ہفتہ یا مہینا کیسا گزرے گا؟ جیسی تحریروں پر یقین رکھنا چاہیے نہ شادی کے لیے لڑکے لڑکی کے ستاروں کے ملنے یا نہ ملنے کو کوئی حیثیت دینی چاہیے۔

**نجومیوں کے پاس جانا:** بہت سے لوگ قسمت کا حال معلوم کرنے کے لیے کاہنوں، نجومیوں اور رمل و جفر کے جھوٹے دعویداروں کے پاس جاتے، ہاتھ دکھاتے اور فال نکلواتے ہیں، پھر انہی کے مطابق اپنے مستقبل کے فیصلے کرتے ہیں، حالانکہ یہ سخت نقصان کا راستہ ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جو کسی کاہن کے پاس گیا اور اس کی بات کی تصدیق کی، وہ اس سے بری ہو گیا جو اللہ پاک نے (مجھ) محمد پر نازل فرمایا اور جو کاہن کے پاس گیا مگر اس کی تصدیق نہ کی، اس کی چالیس راتوں کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔[7] اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: کاہنوں اور جوتشیوں سے ہاتھ دکھا کر تقدیر کا بھلا برا دریافت کرنا اگر بطور اعتقاد ہو یعنی جو یہ بتائیں حق ہے تو کفرِ خالص ہے، اسی کو حدیث میں فرمایا: فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّد اس نے محمد پر نازل ہونے والی چیز کا انکار کیا اور اگر بطور اعتقاد و تَیَقُّن (یعنی یقین رکھنے کے) نہ ہو مگر میل و رغبت کے ساتھ ہو تو گناہِ کبیرہ ہے، اسی کو حدیث میں فرمایا: لَمْ يُقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلٰوةَ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا یعنی اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہ فرمائیگا، اور اگر بطور ہزل و استہزاء (یعنی ہنسی مذاق کے طور پر) ہو تو عبث (یعنی بے کار) و مکروہ حماقت ہے، ہاں! اگر بقصدِ تَعْجِیْز (یعنی اسے عاجز کرنے کے لئے) ہو تو حرج نہیں۔[8]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! بے شک کاہنوں کی بتائی ہوئی بات سچ بھی نکلتی ہے۔ ارشاد فرمایا: وہ ایک سچی بات ہوتی ہے جسے جِنّ اُچک کر اپنے دوست (کاہن) کے کان میں ڈال دیتا ہے، پھر کاہن اس ایک سچی بات میں سو سے زیادہ جھوٹی باتیں ملا دیتا ہے۔[9]

**روشن ستارہ دیکھ کر دعا مانگنا:** بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آسمان پر ٹوٹتا یا چمکتا ہوا ستارہ دیکھ کر فوراً دعا مانگنی چاہیے، کیونکہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے، اسی وجہ سے اسے Wishing Star بھی کہا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ عقیدہ بے بنیاد ہے۔ اگرچہ دعا کی قبولیت کے بعض اوقات، مثلاً: تہجد، اذان و اقامت کے درمیان اور بارش کے وقت، احادیث میں بیان ہوئے ہیں، لیکن ٹوٹتے ستارے کو دعا کی قبولیت کا ذریعہ کہیں نہیں بتایا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ پہلے شیاطین آسمانوں سے بعض خبریں سن کر کاہنوں تک پہنچاتے تھے، مگر حضور کی تشریف آوری کے بعد اللہ پاک نے انہیں شہابِ ثاقب کے ذریعے روک دیا۔ چنانچہ جب وہ آسمانی خبریں سننے کی کوشش کرتے ہیں تو ان پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے ہیں، جنہیں ہم زمین سے ٹوٹتے ہوئے ستاروں کی صورت میں دیکھتے ہیں۔[10]

یاد رہے! اسلام ستاروں سے فائدہ اٹھانے سے منع نہیں کرتا، بلکہ انہیں سمت معلوم کرنے، وقت کے تعین اور دیگر جائز مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اسی بنا پر مسلمان ماہرینِ فلکیات نے ستاروں کی حرکات کا مطالعہ کیا، کیلنڈر مرتب کیے اور قبلہ معلوم کرنے جیسے مفید طریقے ایجاد کیے، مگر کبھی بھی ستاروں کو مؤثرِ حقیقی نہیں مانا بلکہ انہیں اللہ پاک کی قدرت کی نشانیاں قرار دیا۔ اللہ پاک ہمیں ہر قسم کی توہم پرستی اور باطل عقائد سے محفوظ فرمائے۔ آمین

---

1. رسم و رواج کی شرعی حیثیت، ص500 ملخصاً
2. شرح صحیح مسلم، 1/527 ملخصاً
3. بخاری، 1/354، حدیث: 1038
4. بہار شریعت، 3/659، حصہ: 16 ملخصاً
5. فتاویٰ رضویہ، 21/223 ملتقطاً
6. بخاری، 2/377
7. معجم اوسط، 5/87، حدیث: 6670
8. فتاویٰ رضویہ، 21/155 ملخصاً
9. مسلم، ص944، حدیث: 5816
10. تفسیر خازن، 3/97 مفہوماً

# بزرگوں کا ادب کیجئے

محترمہ ام انس عطاریہ
ذمہ دار شعبہ ماہنامہ خواتین (کراچی سطح)، رکن
انٹرنیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

انسان کی زندگی کا ایک فطری مرحلہ بڑھاپا بھی ہے۔ جوانی کی قوت و توانائی ایک دن ڈھل جاتی ہے، جسم کمزور ہونے لگتا ہے اور پھر انسان دوسروں کے سہارے کا محتاج ہو جاتا ہے۔ اس لیے مہذب اور باکردار معاشرہ وہی ہے جو اپنے بزرگوں کی عزت کرے، ان کا خیال رکھے اور انہیں اللہ پاک کی نعمت سمجھے۔ اگرچہ دنیا کے ہر مہذب معاشرے میں بزرگوں کے حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے، مگر اسلام نے ان کے احترام کو عبادت کا درجہ دیا ہے، خصوصاً اس شخص کے لیے جس نے جوانی اور بڑھاپا اسلام پر گزارا۔ چنانچہ

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے بال اسلام میں سفید ہوئے وہ قیامت کے دن اس کے لیے نور ہوں گے۔[1]

ایک اور حدیثِ مبارک میں فرمایا: اپنے بڑوں کی تعظیم کرو اور چھوٹوں پر رحم کرو، تم جنت میں میری رفاقت پاؤ گے۔[2] اسی طرح ایک روایت میں ہے: بلاشبہ بوڑھے مسلمان اور صاحبِ قرآن کی عزت کرنا جو اس میں مبالغہ آرائی اور کوتاہی سے بچتا ہو اور (اسی طرح) انصاف پسند حکمران کی عزت کرنا اللہ پاک کی عزت کرنے کا حصہ ہے۔[3]

## ادب کا دور

ایک زمانہ تھا جب ادب و احترام معاشرے کی پہچان تھا۔ والدین، اساتذہ، بڑے بہن بھائی، رشتہ دار، بزرگ یہاں تک کہ دینی کتابوں تک کا ادب کیا جاتا تھا۔ لوگ سادہ ضرور تھے مگر با اخلاق، مخلص اور باادب تھے۔ بزرگوں کے سامنے آواز بلند کرنا یا بے ادبی سے پیش آنا سخت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اسی ادب و احترام کی برکت سے گھروں، رشتوں اور روزگار میں سکون اور برکت نظر آتی تھی۔

وقت کے ساتھ یہ خوبصورت روایت کمزور پڑتی گئی۔ خصوصاً سوشل میڈیا اور مغربی طرزِ زندگی کے اثرات نے بہت سے نوجوانوں کو بزرگوں، والدین اور اساتذہ کے احترام سے دور کر دیا۔ آج استاد کا مذاق اڑانا، ان کی نقلیں اتارنا، والدین سے اونچی آواز میں بات کرنا اور معمولی بات پر پلٹ کر جواب دینا عام ہوتا جا رہا ہے، حالانکہ ہر نوجوان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ایک دن اسے بھی بڑھاپے کے اس مرحلے سے گزرنا ہے۔ جو آج اپنے بزرگوں کی عزت نہیں کرے گا، کل خود بھی اسی احترام سے محروم رہ سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو اپنے بڑوں کا ادب کرتی ہے، وہ خود بھی لوگوں کی نگاہ میں باعزت ہوتی ہے۔ بزرگوں کے ادب کا بہترین طریقہ ہمارے بزرگانِ دین نے اپنے عمل سے سکھایا ہے۔ اس سلسلے میں ان کے چند ایمان افروز واقعات پیشِ خدمت ہیں:

## بزرگوں کا اندازِ ادب

حضرت بایزید بسطامی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: ایک سخت سرد رات میری والدہ نے مجھ سے پانی مانگا، میں گلاس بھر کر واپس آیا تو وہ سو چکی تھیں۔ میں نے انہیں جگانا مناسب نہ سمجھا اور گلاس ہاتھ میں لیے ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ کافی دیر گزر گئی، سردی کی شدت سے گلاس کا کچھ پانی میری انگلی پر گرا اور جم کر برف بن گیا۔ آخر کار جب والدہ بیدار ہوئیں تو میں نے پانی پیش کیا۔ جوں ہی برف سے چپکی ہوئی انگلی گلاس

سے الگ کی، اس کی کھال اُدھڑ گئی اور خون بہنے لگا۔ والدہ نے پوچھا: یہ کیا ہوا؟ میں نے سارا واقعہ عرض کیا تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا دی: اے اللہ! میں اس سے راضی ہوں، تو بھی اس سے راضی رہنا۔[4]

مشہور کہاوت ہے: با ادب بانصیب، بے ادب بد نصیب! حضرت بایزید بسطامی رحمۃُ اللہِ علیہ نے والدہ کے ادب کا حق ادا کیا تو اللہ پاک نے ان کی والدہ کی دعا کی برکت سے انہیں ایسی عظمت عطا فرمائی کہ ان کی ولایت کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ بے شک والدین کا ادب انسان کی سعادت و برکت کا عظیم ذریعہ ہے۔

حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہُ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہُ عنہ کی علمی مجلس کی تعریف کرتے ہوئے ایک قریشی سے فرمایا: جب تم مسجدِ نبوی میں جاؤ اور وہاں ایک حلقے میں لوگ اس طرح بیٹھے ہوں گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں تو جان لینا کہ وہی حضرت امام ابو عبدُ اللہ (امام حسین رضی اللہُ عنہ) کی مجلس ہے۔[5]

بزرگوں کا ادب صرف عزت و وقار ہی نہیں بڑھاتا بلکہ اللہ پاک کی رحمت اور مغفرت کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔ چنانچہ

ایک شخص دریا کے کنارے وضو کر رہا تھا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃُ اللہِ علیہ بھی قریب تشریف لا کر وضو کرنے لگے۔ جب اس شخص نے دیکھا کہ اس کے وضو کا پانی اس طرف جا رہا ہے جہاں اللہ پاک کے ایک مقرب ولی وضو فرما رہے ہیں تو ادباً اپنی جگہ بدل لی اور اس طرف بیٹھ گیا جہاں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃُ اللہِ علیہ کے وضو کا مستعمل پانی اس کی طرف آ رہا تھا۔ اللہ پاک نے اس ادب کی ایسی برکت عطا فرمائی کہ اس کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں اس کا حال پوچھا تو اس نے بتایا: اللہ پاک نے مجھے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃُ اللہِ علیہ کے ادب کی برکت سے بخش دیا۔[6]

یاد رکھیے! جس طرح والدین اور اساتذہ کی تعظیم لازم ہے، اسی طرح پیر و مرشد کا ادب بھی مرید پر ضروری ہے، کیونکہ مرشد کی صحبت دل میں خوفِ خدا، عشقِ مصطفےٰ، باطن کی صفائی، گناہوں سے نفرت اور نیک اعمال کا شوق پیدا کرتی ہے۔ اسی لیے مرید کو اپنے مرشد سے فیض پانے کے لیے ہمیشہ پیکرِ ادب بنے رہنا چاہیے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی مرید ادب کا خیال نہیں رکھتا تو وہ لوٹ کر وہیں پہنچ جاتا ہے جہاں سے چلا تھا۔[7]

آج اگر بزرگوں کے ادب کی عملی مثال دیکھنی ہو تو امیرِ اہلِ سنت دامت بَرَکاتُہمُ العالیہ کا طرزِ عمل ہمارے سامنے ہے۔ آپ علمائے کرام اور ساداتِ کرام سے جس ادب و احترام سے پیش آتے ہیں، وہ ہمارے لیے قابلِ تقلید نمونہ ہے۔

گھر میں ادب کا ماحول قائم کرنے اور بچوں کو باادب بنانے میں ماں کا کردار نہایت اہم ہے۔ وہ بچوں کو والدین، دادا دادی، نانا نانی، بڑے، بہن بھائیوں اور دیگر بزرگوں کی عزت کرنا سکھائے۔ اگر کبھی ساس یا کسی بڑے سے اختلاف بھی ہو تو اسے بچوں تک نہ پہنچنے دے، بلکہ اپنے عمل سے ادب کا درس دے۔ والدین یا بزرگ آئیں تو احتراماً کھڑا ہونا، ان کے سامنے بلند آواز سے نہ بولنا اور ان کی بات کاٹنے سے بچنا، یہ آداب بچپن ہی سے سکھائے جائیں۔

یاد رکھیے! بچے نصیحت سے زیادہ عمل سے سیکھتے ہیں، اس لیے اگر ہم چاہتی ہیں کہ ہماری اولاد باادب بنے تو سب سے پہلے ہمیں خود باادب بننا ہو گا۔

محفوظ سدا رکھنا شہا بے ادبوں سے
اور مجھ سے بھی سرزد نہ کبھی بے ادبی ہو

---

1. ابو داود، 4/115، حدیث: 4202
2. شعب الایمان، 7/458، حدیث: 10981
3. ابو داود، 4/344، حدیث: 4843
4. نزہۃ المجالس، 1/261
5. تاریخ ابنِ عساکر، 14/179
6. تذکرۃ الاولیاء، 1/196 ملخصاً
7. رسالہ قشیریہ، ص319



# بزرگوں کی بے ادبی کرنے کی مذمت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 51 ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم واضافے کے بعد پیش کیے جارہے ہیں۔)

محترمہ اُمِّ شجاع عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(معلمہ فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز گجرات پاکستان)

الحمدُ للہ علیٰ احسانہٖ! ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا دین ہماری زندگی میں قدم بقدم ہماری راہ نمائی کرتا ہے۔ والدین سے اچھا سلوک، رشتہ داروں کا خیال، چھوٹوں سے شفقت، بڑوں کا احترام، ہمسائیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ، بالخصوص بزرگوں کا ادب واحترام ہمارے دینِ اسلام کی نمایاں خوبیاں ہیں۔

بزرگ ہمارے معاشرے کا اہم ترین حصہ ہیں۔ ان کی ذات ہمارے لیے ذریعۂ شفقت و الفت ہے۔ جہاں ان کے ساتھ ادب واحترام کا سلوک اختیار کرنے کا حکم ہماری تعلیماتِ اسلامی کا حصہ ہے وہیں ان کی بے ادبی اور ان سے بدسلوکی سے دینِ اسلام میں ممانعت بھی موجود ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ پہلے زمانے میں جب کوئی نوجوان کسی بوڑھے آدمی کے آگے چلتا تھا تو اللہ پاک اسے (اس کی بے ادبی کی وجہ سے) زمین میں دھنسا دیتا تھا۔[1]

اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ میں فاقہ کا شکار رہتا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ تو کسی بوڑھے شخص کے آگے چلا ہو گا۔[2]

اسلام کی پیاری پیاری تعلیمات کا نفاذ فرمانے والے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان ہے: بے شک میری امت کے بزرگ افراد کی عزت و تکریم، میری بزرگی و تعظیم ہے۔[3]

## بزرگوں کی بے ادبی کے کچھ نقصانات

یہ ایک ایسی معاشرتی اور اخلاقی برائی ہے جو انسان کو دنیا میں اور بسا اوقات آخرت میں بھی سخت نقصان پہنچاتی ہے۔ بزرگ ہمارے گھروں کی چھاؤں اور تجربے کا خزانہ ہوتے ہیں۔ ان کی بے ادبی سے خاندانی نظام کمزور ہوتا ہے اور گھر سے برکت اٹھ جاتی ہے، اس کے علاوہ انفرادی نقصان یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کی اپنی عزت و توقیر معاشرے میں کم ہو جاتی ہے اور وہ بے ادب بے نصیب کے مصداق ہمیشہ کے لیے بدنصیب ٹھہرتا ہے۔

## ادب واحترام کی ترغیب

انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے، اگر ہم اپنے بزرگوں کا ادب واحترام کریں گی تو کل کو ہمارا بھی ادب کیا جائے گا اور اگر ہم اپنے بڑوں کا ادب نہیں کریں گی تو یقیناً کل کو ہمیں بھی اپنے چھوٹوں سے اسی رویے کا سامنا کرنا پڑے گا، لہٰذا خود بھی بزرگوں کا احترام کریں اور بالخصوص اپنی اولاد کی تربیت میں بڑوں کے ادب واحترام کو لازمی شامل کریں۔

بچوں کی پریکٹیکل تربیت کے لیے ان کے سامنے اپنے بڑوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، ادب و احترام کریں اور ان تمام کاموں میں نیت رضائے الٰہی کی رکھیں۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے بڑے بزرگوں کا باادب اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا رویہ اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بِجاہِ سیدِ المُرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

محترمہ بنتِ محمد سلیم عطاریہ
(طالبہ: فورتھ ائیر، شفیع کا بھٹہ سیالکوٹ)

اسلام میں بزرگوں کا احترام نہ صرف ایک اخلاقی فریضہ

ہے بلکہ یہ ایمان کی علامت بھی ہے۔ بزرگ وہ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا قیمتی وقت عبادت، خدمتِ خلق اور تجربات کے ذریعے گزارا ہے۔ ان کی عزت کرنا دراصل اپنے دین، ثقافت اور اقدار کی عزت کرنا اور ان کی بے ادبی ایک ایسا عمل ہے جو نہ صرف اخلاقی پستی کی نشانی ہے بلکہ معاشرتی بگاڑ کا سبب بھی بنتا ہے۔ قرآن وحدیث میں بڑوں کے احترام پر زور دیا گیا ہے اور ان کی توہین کو سخت ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارا حق نہ پہچانے، وہ ہم سے نہیں۔[4] اسی طرح ایک روایت میں ہے: مسلمانوں کے بڑوں کی عزت کرو اور ان کے چھوٹوں پر رحم کرو؛ میں اور تم قیامت میں یوں آئیں گے، پھر حضور نے اپنی انگلیوں کو ایک ساتھ ملایا۔[5]

بزرگوں کی بے ادبی کے نقصانات میں یہ چیزیں شامل ہیں: ☆ یہ عمل اللہ پاک کی ناراضی کا سبب ہے، کیونکہ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ ☆ بے ادبی سے گھروں اور معاشرے سے سکون اور رحمت کم ہو جاتی ہے۔ ☆ نوجوان اور بزرگ نسل کے درمیان محبت اور اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی گفتگو اور اپنے عمل میں ہمیشہ بڑوں کا ادب ملحوظ رکھیں، ان کی بات غور سے سنیں، ان کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں اور ان کے لیے دعا گو رہیں۔ یہی رویہ ہمیں دنیا و آخرت میں کامیابی کی طرف لے جائے گا۔ کیونکہ جس نے جو کچھ پایا، ادب واحترام کی برکت سے پایا اور جس نے جو کچھ کھویا، بے ادبی کی وجہ سے کھویا۔

جو لوگ اپنے بڑوں کی عزت وعظمت کو دل سے تسلیم کرتے ہوئے ان کا احترام کرتے ہیں، اللہ پاک انہیں بھی عزت ووقار عطا فرماتا ہے، لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیتا ہے اور ان کے حلقۂ تعلقات میں برکت عطا فرماتا ہے۔ ایسے لوگ رفتہ رفتہ معاشرے میں باعزت اور باوقار مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ ہمارے ان بزرگوں میں والدین، اساتذہ، پیر ومرشد اور دیگر اہلِ علم بھی شامل ہیں۔

امامِ اعظم ابو حنیفہ حضرت نعمان بن ثابت رحمۃُ اللہِ علیہ کے شاگرد حضرت یوسف بن خالد سمتی بصری رحمۃُ اللہِ علیہ نے تکمیلِ علم کے بعد اپنے شہر بصرہ جانے کی اجازت طلب کی تو امامِ اعظم نے فرمایا: کچھ دن ٹھہرو تاکہ میں تمہیں ان ضروری امور سے متعلق وصیت کروں کہ لوگوں کے ساتھ معاملات کرنے، اہلِ علم کے مراتب پہچاننے، نفس کی اصلاح، عوام وخواص کو دوست رکھنے اور عام لوگوں کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے جن کی ضرورت پڑتی ہے یہاں تک کہ جب تم علم حاصل کر کے جاؤ تو وہ وصیت تمہارے ساتھ ایسے آلے کی طرح ہو جو علم کو زینت دے اور اسے عیب دار ہونے سے بچائے۔ پھر فرمایا: جب تم بصرہ میں داخل ہو گے تو لوگ تمہارے استقبال اور تمہاری زیارت کو آئیں گے تو تم ہر شخص کو اس کے مرتبے کے لحاظ سے عزت دینا، شرفا کی عزت اور اہلِ علم کی تعظیم وتوقیر کرنا، بڑوں کا ادب واحترام کرنا اور چھوٹوں پیار ومحبت۔[6]

کروں عالموں کی کبھی بھی نہ توہین
بنا دے مجھے باادب یاالٰہی!

آج سے اپنے والدین کی عزت، بڑے بہن بھائیوں کا احترام اور اپنی معلمات کی تعظیم کرنے نیز چھوٹوں سے بھی شفقت و محبت سے پیش آنے کی نیت کر لیجئے۔ اللہ پاک ہم سب کو اپنے بڑوں کا ادب واحترام کرنے اور اپنے چھوٹوں سے شفقت ومحبت کے ساتھ پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

1. تفسیر روح البیان، 9/62
2. تفسیر روح البیان، 5/56
3. کنز العمال، جز:2، 3/71، حدیث:6010
4. معجم کبیر، 11/355، حدیث:12276
5. المطالب العالیہ، 7/570، حدیث:3143
6. امام اعظم کی وصیتیں، ص25، 27



# تحریری مقابلہ

**اہم نوٹ! ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 51ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 503 مضامین کی تفصیل یہ ہے:**

| عنوان | تعداد | عنوان | تعداد | عنوان | تعداد |
|---|---|---|---|---|---|
| حضور کی مہاجرین سے محبت | 215 | بزرگوں کی بے ادبی کرنے کی مذمت | 173 | تحفظِ عقیدۂ ختمِ نبوت میں علمائے اہلِ سنت کا کردار | 115 |

## مضمون بھیجنے والیوں کے نام

**حضور کی مہاجرین سے محبت:** حیدر آباد لطیف آباد 8: بنت جاوید، بنت محمد عابد۔ خانیوال کوہی والا: بنت واجد۔ سیالکوٹ اگوکی: بنت ارشد محمود، بنت دلاور، بنت عرفان علی، بنت محمد بوٹا۔ پاکپورہ: بنت حافظ سلطان احمد، بنت مظہر جلیل، بنت آفتاب، بنت شکیل احمد، بنت اصغر علی، ہمشیرہ دانیال، بنت محمد اختر، بنت اظہر اقبال، بنت عبداللہ، بنت لیاقت علی، بنت سہیل احمد، بنت فضل الحق، بنت محمد طفیل، بنت راشد علی، بنت محمد رمضان، بنت سید رضوان علی، بنت محمد منیر، بنت اسلام، بنت احسان الٰہی، بنت محمد نعیم، بنت راشد حسین، بنت افتخار احمد، بنت محمد جمیل، بنت محمد اشفاق، بنت امتیاز حسین، بنت آفتاب، بنت وسیم حسین، بنت انور حسین، بنت محمد افضل، بنت محمد عرفان، ہمشیرہ عظیم آفتاب، بنت محمد رفیق، بنت عارف، بنت حافظ اللہ دتہ، بنت ندیم، بنت محمد حنیف، بنت دلاور حسین، بنت غلام غوث، بنت شاہد، بنت وارث، بنت محمد اقبال، بنت شمشاد علی، بنت شفاقت علی۔ تلواڑہ مغلاں: بنت شاہد، بنت عارف حسین، ہمشیرہ نعمان، بنت جاوید آصف، بنت عمر، بنت غلام مصطفیٰ، بنت طارق، بنت جاوید اقبال، بنت مطہر، بنت محمد قدیر، ہمشیرہ محمد اسد شمس، بنت عدنان یوسف، بنت محمد آصف، بنت غلام سرور، بنت طارق، بنت محمد عاصم شہزاد، بنت عبدالوحید خان، بنت شہباز، بنت اسلم، بنت محمد شکور، بنت فیصل مجید، بنت شفیق، بنت محمد خلیل تبسم، بنت ناصر محمود، بنت مدثر اقبال، ہمشیرہ محمد حسن، بنت محمد ارشد، بنت جمشید، بنت محمد آصف، بنت محمد رفیق، بنت عدنان۔ شفیع کا بھٹہ: بنت راشد محمود، بنت جعفر حسین، بنت محمد نعیم، بنت فضل الٰہی، بنت عبدالقیوم، بنت خالد، بنت عرفان، بنت کرامت علی، بنت محمد اشفاق، بنت اشفاق، ہمشیرہ دانش، بنت محمد شریف، بنت اکرم، بنت دلاور حسین، بنت رحمت، بنت شاہد، ہمشیرہ حضر علی، بنت محمد آصف، بنت اصغر، بنت عبدالرزاق، بنت محمد اویس، بنت محمد آصف نوید، بنت نوید، بنت محمد اسلم، بنت محمد ابرار حسین، بنت انتظار حسین، بنت غلام مصطفیٰ، بنت افتخار احمد، بنت خوشی محمد، بنت محمد احمد، بنت محمد اشرف، بنت محمد طارق، بنت محمد حبیب، بنت محمد شمس، بنت عبدالمجید، بنت محمد امین شاہین، ہمشیرہ غلام حسین، بنت خرم شہزاد، بنت اشفاق احمد، بنت شبیر احمد، بنت بابر، بنت محمد عمران، بنت محمد شفیق، بنت مقبول احمد، بنت محمد جہانگیر۔ گلبہار: بنت رمضان، بنت اصغر، بنت رضوان، ہمشیرہ محمد قاسم، بنت وارث علی، بنت اقبال، ہمشیرہ محمد مزمل، بنت رفیق، بنت فیاض، بنت رفیق، بنت نصیر، بنت خالد محمود، بنت طارق، بنت علی احمد، بنت محمد ارشد، بنت رشید احمد، بنت محمد نعیم، بنت حاجی محمد شہباز، بنت محمد ارشد، بنت سلیم، بنت ظہور۔ گہوگا: ہمشیرہ مجاہد علی، بنت محمد ابدال، بنت محمد افضل، بنت محمد اقبال، بنت محمد مقصود، بنت ندیم۔ مظفر پورہ: بنت حافظ محمد شبیر، بنت لیاقت علی، بنت محمد طارق، بنت اعظم، بنت محمد شہباز، بنت عرفان، بنت محمد اجمل، بنت رمضان، بنت محمد محمود احمد، ام سلمیٰ، بنت محمد اشرف، بنت اعجاز احمد، بنت اظہر اقبال، بنت نعیم طارق، بنت عمران، بنت محمود احمد۔ معراج کے: بنت محمد بوٹا، بنت محمد شبیر، بنت محمد شہزاد، بنت غفور احمد، بنت محمد اسحاق، بنت محمد جاوید، بنت منیر حسین۔ میانہ پورہ: بنت قمر شہزاد، بنت عتیق، بنت محمد مبشر، بنت طارق حسین، بنت مقصود حسین، بنت الیاس، اخت حمزہ عمران، بنت مبشر، بنت لطیف احمد، بنت محمد جمیل، بنت محمد افضال، بنت اعظم مبین، بنت مخدوم حسین۔ نند پور: بنت محمد الیاس، بنت عبدالرزاق، بنت ہدایت اللہ، بنت محمد صدیق، بنت عبدالستار، نواں پنڈ آرائیاں: بنت ظفر اقبال، بنت اختر، بنت شبیر احمد، بنت عابد حسین، بنت سعید، بنت محمد زمان، بنت اسلام، بنت سمیع اللہ، بنت افتخار احمد۔ عیسیٰ خیل میانوالی: بنت گل نواز گورایہ۔ فیصل آباد جڑانوالہ: بنت محمد فاروق، بنت ارشد۔ چیاں: بنت ارشد محمود۔ سمندری: بنت جاوید۔ کراچی شاہ فیصل ٹاؤن: بنت سید اعجاز۔ فیضان آمنہ: بنت رحمت علی۔ گجرات سراجا منیرا: بنت فیض الحسن۔ گجرات کنگ سہالی: بنت زبیر احمد، بنت محمد عارف۔ نارووال: بنت محمد جاوید۔ نواب شاہ: بنت تاج محمد۔

**بزرگوں کی بے ادبی کرنے کی مذمت:** پنجاب گجرات: ام شجاع۔ حافظ آباد: بنت محمد ظہیر عباس۔ حیدرآباد لطیف آباد 8: بنت قربان۔ سیالکوٹ اگوکی: بنت قدیر حسین۔ پاکپورہ: بنت حافظ سلطان احمد، بنت آفتاب، بنت محمد نواز، بنت شکیل احمد، بنت اصغر علی، ہمشیرہ احمد وسیم، بنت محمد طفیل، بنت محمد خالد وسیم، بنت محمد یونس، بنت نوید حسین، بنت سید رضوان علی، بنت واصم، بنت فضل الحق، بنت طاہر مقصود، بنت محمد رفیق، بنت افتخار احمد، بنت محمد جمیل، ہمشیرہ محمد احمد، بنت امتیاز حسین، بنت فراز اختر، بنت احسان الٰہی، ہمشیرہ حسیب احمد، بنت انور حسین، بنت عبدالمنان، بنت حافظ اللہ دتہ، بنت محمد عرفان، بنت اسلام، بنت محمد مسلم، بنت خالد محمود، بنت محمد عامر شفیق، بنت احمد رضا، بنت غفور حسین، ہمشیرہ محمد فیضان، ہمشیرہ محمد کامران، ہمشیرہ دانیال۔ تلواڑہ مغلاں: بنت جاوید آصف، بنت محمد اسلم، بنت مختار خان، بنت اظہر، ہمشیرہ غلام عباس، بنت جاوید سرور، بنت رضا مصطفی، بنت محمد افضل، بنت عبدالستار، بنت توصیف انجم، بنت محمد جمیل، بنت عمران، بنت سائیں ملنگا، بنت فیصل مجید، اخت محمد زین، بنت ندیم احمد، بنت نذیر احمد، بنت عبدالقادر، شفیع کا بھٹہ: بنت سعید، ہمشیرہ محمد منیب، بنت ندیم جاوید، بنت عارف، بنت عرفان، بنت محمد سلیم، بنت عبدالرزاق، بنت جعفر حسین، بنت محمد اکرام، بنت محمد امین، بنت وحید اختر، بنت محمد شاہد، بنت منیر حسین، ہمشیرہ محمد دانش، بنت امجد پرویز، بنت محمد نواز، بنت محمد جان، بنت محمد غنی، ہمشیرہ محمد اسماعیل، بنت عثمان علی، بنت اشفاق احمد، ہمشیرہ محمد سراج، بنت خالد حسن، ہمشیرہ میر حمزہ، بنت غلام مصطفی، ہمشیرہ عمر جٹ، بنت طارق محمود، بنت محمد جمیل، بنت عاصم۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، بنت ریاض، بنت اصغر، بنت غلام حیدر، بنت محمد شہباز، بنت رضوان، ہمشیرہ محمد قاسم، ہمشیرہ محمد مزمل، بنت رفیق، بنت محمد ارشد، بنت اعجاز، بنت وارث علی۔ گہوگا: بنت سجاد، بنت عبدالقیوم، بنت عبدالواحد، بنت مبارک علی، بنت مختار۔ مظفرپورہ: بنت اظہر اقبال، بنت محمد نعیم طارق، بنت محمد عمران، بنت عدنان المصطفی، بنت محمد اشرف، بنت اعظم، ام سلمی، بنت عاشق، بنت نعیم، بنت عمران، بنت محمد طارق۔ معراج کے: بنت شبیر حسین، بنت محمد الیاس، بنت محمد ذوالفقار، ہمشیرہ اویس علی، بنت محمد ناظم، بنت طاہر حسین، بنت ریاض احمد۔ میانہ پورہ: بنت قمر شہزاد، بنت عتیق، بنت عبدالرحمن، بنت مبشر، بنت طارق حسین، بنت مقصود حسین، بنت الیاس، بنت محمد افضال، بنت لطیف احمد، بنت محمد جمیل، بنت محمد مبشر، اخت حمزہ عمران، بنت اعظم مبین، بنت مخدوم حسین، بنت سہیل۔ نندپور: بنت محمد الیاس، بنت عبدالرزاق، بنت افتخار احمد، بنت ہدایت اللہ، بنت محمد رمضان، بنت محمد صدیق، بنت عبدالستار، بنت محمد سلیم۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت مبشر حسین، ہمشیرہ احمد رضا، بنت اختر، بنت سلیم بیگ، بنت محمد شفیع، بنت ندیم، بنت محمد آصف، بنت زاہد الحسن، بنت سجاد، بنت عبدالعزیز، ہمشیرہ محمد ریحان، بنت ذوالفقار علی، بنت اسد محمود، بنت عثمان۔ فیصل آباد جڑانوالہ: بنت اقبال، بنت راشد، بنت محمد نواز۔ سمندری: بنت جاوید۔ کراچی اورنگی ٹاؤن: بنت محمد اکرم۔ شاہ فیصل ٹاؤن: بنت سید اعجاز۔ فیضان عطار شاہ لطیف ٹاؤن: بنت اسماعیل۔ فیضان عطار بھینس کالونی: بنت سرفراز نواز۔ گجرات لکڑاں: بنت محمد اشفاق۔ کنگ سہالی: بنت محمد اکمل شکیل، بنت محمد عارف۔ نارووال: بنت محمد ریاض۔ نواب شاہ بہار شریعت: بنت محمد آصف اقبال۔ بحرین عرب: بنت مقصود۔

**تحفظ عقیدۂ ختم نبوت میں علمائے اہل سنت کا کردار:** حیدرآباد لطیف آباد 8: بنت سکندر خاور، بنت سید جاوید اقبال، بنت شکیل احمد، بنت عابد، ہمشیرہ سید قوسین حیدر۔ خانیوال کوہی والا: بنت اللہ نور۔ خوشاب جوہر آباد: بنت غلام محمد۔ سیالکوٹ پاکپورہ: بنت حافظ سلطان احمد، بنت شکیل احمد، بنت ذیشان احمد، بنت آفتاب، بنت سید رضوان علی، بنت محمد رفیق، بنت افتخار احمد، بنت محمد جمیل، بنت امتیاز حسین، بنت احسان الٰہی، بنت آفتاب، بنت فضل الحق، بنت محمد یونس، بنت محمد عرفان، بنت محمد خالد وسیم، بنت محمد طفیل، بنت لیاقت علی، بنت سید ابرار حسین۔ تلواڑہ مغلاں: بنت احمد رضا، بنت ذوالفقار بیگ، بنت محمد اسلام، ہمشیرہ غلام عباس، بنت اعجاز احمد، بنت رزاق احمد، بنت محمد ارشد، بنت محمد نعیم، بنت انور، بنت اکرم، بنت جواد۔ شفیع کا بھٹہ: بنت آصف اقبال، بنت سلیم، بنت عبدالقیوم، بنت عرفان، بنت کاشف شیراز، بنت سید عاشق حسین شاہ، بنت سرور، بنت صغیر احمد، بنت محمد ایوب، بنت محمد یوسف، بنت نعیم، بنت ہمایوں، بنت محمد ریاض، بنت خلیل احمد۔ گلبہار: بنت اصغر، بنت رضوان، بنت محمد شہباز، بنت محمد ارشد، بنت رمضان، بنت ایاز خان، ہمشیرہ محمد عمیر، بنت رفیق، بنت امیر حیدر۔ گہوگا: بنت محمد عارف، بنت سجاد، بنت محمد مقصود۔ مظفرپورہ: بنت شہزاد احمد، ام سلمی، بنت محمد عمران، بنت محمد اجمل، بنت نعیم طارق، بنت محمد یاسر، بنت محمد طارق۔ معراج کے: بنت رضا حسین، بنت محمد افضل بھٹی۔ میانہ پورہ: بنت عتیق، بنت عمر، بنت محمد مبشر، بنت طارق حسین، بنت مقصود حسین، بنت الیاس، اخت حمزہ عمران، بنت مبشر، بنت لطیف احمد، بنت قمر، بنت محمد جمیل، بنت اعظم مبین، بنت مخدوم حسین، بنت سہیل۔ نندپور: بنت محمد الیاس، بنت ہدایت اللہ، بنت عبدالرزاق، بنت عبدالستار، بنت محمد سلیم، بنت محمد صدیق۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت سوداگر حسین، بنت اختر، بنت قمر، بنت مولا بخش، بنت محمد لطیف۔ فیصل آباد سمندری 137 روڈ: بنت محمد اشرف، بنت جاوید۔ کراچی شاہ فیصل ٹاؤن: بنت سید اعجاز۔ فیض مدینہ: بنت طفیل الرحمان ہاشمی۔ فیضان آمنہ: بنت عبدالخالق۔ فیضان رضا: بنت ندیم یوسف۔ کوئٹہ مسلم ٹاؤن: بنت امجد علی شاہ۔ کیلاسکے جامعہ مجددیہ ام الکبیر: بنت غلام رسول۔ گجرات سراجا منیرا: بنت ارمان شوکت، بنت اصغر، بنت عرفان، بنت محمد طارق، بنت سرمد حسین شاہ۔ کنگ سہالی: بنت خرم شہزاد۔ گوجرانوالہ کاموکی: بنت رمضان۔ مظفرگڑھ: بنت فیاض۔ ملتان باواصفرا: بنت محمد رمضان۔ ہندویسٹ بنگال: بنت شہاب۔

محترمہ بنتِ شکیل احمد عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: فورتھ ایئر، لطیف آباد 8 حیدر آباد)

عقیدۂ ختمِ نبوت اسلام کے بنیادی، قطعی اور نہایت حساس عقائد میں سے ایک ہے۔ ختمِ نبوت سے مراد یہ اعتقاد رکھنا ہے کہ ہمارے آقا و مولا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اللہ پاک کے آخری نبی ہیں۔ اللہ پاک نے حضور کی ذاتِ اقدس پر سلسلۂ نبوت کو ہمیشہ کے لیے مکمل فرما دیا، لہٰذا آپ کے زمانۂ مبارک میں یا آپ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا آخری نبی ہونا قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ سے قطعی طور پر ثابت ہے، نیز اس پر صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، سلفِ صالحین، ائمۂ دین، علمائے اہلِ سنت اور تمام مسلمانوں کا اجماع و اتفاق ہے۔

اس عقیدے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جو عقیدۂ ختمِ نبوت کا انکار کرے یا اس میں ذرہ برابر بھی شک رکھے، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

اسی لیے جب تاریخ کے مختلف ادوار میں اس عقیدے پر حملے ہوئے، خصوصاً مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ رونما ہوا، تو علمائے حق اہلِ سنت نے اس کے تعاقب اور عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے علمی، تحقیقی اور تصنیفی محاذ پر قابلِ تحسین خدمات انجام دیں۔ ان حضرات میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ بھی ہیں۔

آپ نے کئی فتاویٰ تحریر فرمائے اور مرزا قادیانی کے رد میں اہم کتابیں تصنیف کیں، جن میں السوء و العقاب علی المسیح الکذاب اور قھر الدیان علی مرتد بقادیان نمایاں ہیں۔ علاوہ ازیں عقیدۂ ختمِ نبوت کے اثبات پر بھی آپ نے مستقل رسائل تحریر فرمائے، جن میں جزاءُ اللہِ عَدُوَّہٗ بِأبائِہٖ خَتْمَ النُّبُوَّۃ اور المبین ختم النبیین قابلِ ذکر ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ کے علاوہ دیگر علمائے اہلِ سنت نے بھی تحریر و تقریر، درس و تدریس، مناظروں اور عقلی و نقلی دلائل کے ذریعے مرزا قادیانی کے جھوٹے دعوائے نبوت کا بھرپور رد کیا اور امتِ مسلمہ کو اس کے فتنے سے آگاہ کیا۔

مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ صادر کرنے والے اولین علمائے کرام میں علامہ مفتی غلام دستگیر نقشبندی حنفی قصوری رحمۃُ اللہِ علیہ کا نام بھی نمایاں ہے۔ آپ نے مرزا قادیانی کی گمراہ کن تحریروں کا مدلل جواب دیتے ہوئے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں تحقیقاتِ دستگیریہ فی ردِّ ھَفَواتِ براھینیہ اور رجمُ الشیاطین بردِّ اُغلُوطاتِ البراھین خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

تحفظِ ختمِ نبوت کی اس عظیم جدوجہد میں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃُ اللہِ علیہ کا کردار بھی نہایت نمایاں ہے۔ آپ نے فتنۂ قادیانیت کے رد کو اپنی زندگی کا اہم مشن بنالیا تھا۔ آپ نے قادیانیوں سے کئی مناظرے کیے، ان کے باطل عقائد کا علمی و عقلی دلائل سے رد فرمایا اور تحریر و تقریر ہر میدان میں انہیں چیلنج کیا۔

اگر فتنۂ قادیانیت کے رد کا آغاز کرنے والے اکابر علما میں مفتی غلام دستگیر نقشبندی حنفی قصوری رحمۃُ اللہِ علیہ کا نام نمایاں ہے، تو اس تحریک کو عروج اور وسعت دینے والوں میں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃُ اللہِ علیہ کا مقام انتہائی ممتاز ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد مرزا قادیانی نے پاکستان میں اپنے مذہب کی ترویج شروع کی تو علما و مشائخ عظام نے تحفظِ عقیدۂ ختمِ نبوت پر آواز اٹھائی۔ ان کی کاوشوں کی بدولت آئینِ پاکستان میں قادیانیوں کو کافر و مرتد قرار دے دیا گیا۔

عقیدۂ ختمِ نبوت کا تحفظ ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے، کیونکہ اسی کے محفوظ رہنے سے دین و ایمان محفوظ رہتا ہے۔ عہدِ رسالت سے آج تک مسلمان اس عقیدے کی حفاظت کرتے آئے ہیں اور ان شاءاللہ قیامت تک کرتے رہیں گے۔

یہ عقیدہ چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے متعلق ہے، اس لیے اس کا تحفظ باعثِ سعادت ہے۔ اللہ پاک ہمیں اس پر ثابت قدم رکھے اور حضور کی شفاعت نصیب فرمائے۔

آمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم




# فیضانِ چہل حدیث کورس

(اس سلسلے میں ہر ماہ اس شعبے سے متعلق مفید معلومات بیان کی جاتی ہیں۔)

چہل حدیث سے مراد چالیس ایسی منتخب احادیثِ مبارکہ کا مجموعہ ہے جن میں دینِ اسلام کے بنیادی عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات اور آدابِ زندگی کو جامع انداز میں بیان کیا گیا ہو۔ علمائے کرام نے صدیوں سے مختلف موضوعات پر چہل حدیث کے مجموعے مرتب کیے ہیں تاکہ مسلمان مختصر وقت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعلیمات سے واقف ہو سکیں اور اپنی دینی و عملی زندگی کو سنتِ نبوی کے مطابق ڈھالنے کا جذبہ حاصل کریں۔ اسی مقصد کے پیشِ نظر امت کے جلیل القدر محدثین نے عقائد، فضائلِ اعمال، اخلاق، آداب، اذکار اور دیگر اہم موضوعات پر کئی چہل حدیثیں تصنیف فرمائیں، جن سے ہر دور میں طلبہ، علما اور عام مسلمانوں نے یکساں فائدہ اٹھایا۔

**فیضانِ چہل حدیث کورس** کا بنیادی مقصد طالبات کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مبارک احادیث کے ذریعے دینِ اسلام کی بنیادی تعلیمات سے روشناس کرانا، ان کے دلوں میں محبتِ رسول پیدا کرنا اور سنتِ نبوی پر عمل کا جذبہ بیدار کرنا ہے۔ قرآنِ کریم نے کئی مقامات پر حضور کی اطاعت اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے احادیثِ مبارکہ کا سیکھنا، سمجھنا اور ان کے مطابق زندگی گزارنا ہر مسلمان کے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

اس کورس میں چالیس منتخب احادیث کی تشریح کے ذریعے عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات، معاشرت، آداب اور روزمرہ زندگی سے متعلق ضروری اسلامی تعلیمات آسان اور عام فہم انداز میں پیش کی جاتی ہیں، تاکہ طالبات دین کی صحیح سمجھ حاصل کریں، اپنی زندگی کو سنتِ رسول کے مطابق ڈھالیں اور اسلامی تعلیمات پر عمل کو اپنا شعار بنائیں۔ یہ کورس دینی شعور میں اضافہ، اخلاصِ عمل، حسنِ اخلاق، اتباعِ سنت اور دعوتِ دین کے جذبے کو پروان چڑھانے میں معاون ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر علمائے کرام نے ہر دور میں حضور کی چالیس احادیث سیکھنے سکھانے کو امت کی اصلاح، سنتِ نبوی کی اشاعت اور دینی تربیت کا نہایت مؤثر ذریعہ قرار دیا ہے۔

## کورس کے مشمولات

☆اخلاص ☆ایمان واسلام ☆سنت وبدعت ☆تقدیر ☆شفاعت ☆دم وتعویذات وغیرہ

## کورس کرنے کے بعد آپ کس قابل ہو جائیں گی؟

اس کورس کے ذریعے طالبات کے اندر محبتِ رسول، اتباعِ سنت اور عملِ صالح کا جذبہ مزید پروان چڑھے گا، نیز ان کے دینی شعور میں اضافہ ہو گا۔ ان شاء اللہ اس کی برکت سے وہ احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو سنوارنے اور سنتِ نبوی کے مطابق زندگی گزارنے کا جذبہ حاصل کریں گی، جو دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنے گا۔

## کورس کی اہلیت

یہ کورس ہر وہ اسلامی بہن کر سکتی ہے جس کی عمر کم از کم 12 سال ہو۔ اردو زبان لکھنا پڑھنا جانتی ہو۔

## ایڈمیشن کے لئے رابطہ نمبر:

03142036541 | 03139292992

# اسلامی بہنوں کے دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

## جون 2026 / محرم الحرام 1448ھ کے دینی کاموں کی کارکردگی

| دینی کام | | | نیشنل | انٹرنیشنل | ٹوٹل |
|---|---|---|---|---|---|
| منسلک اسلامی بہنیں | | | 1159822 | 87638 | 1247460 |
| ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماعات | تعداد اجتماعات | | 13100 | 1606 | 14706 |
| | شرکائے اجتماعات | | 531517 | 32043 | 563560 |
| مدرسۃ المدینہ (بالغات) | مدارس المدینہ کی تعداد | | 16571 | 1688 | 18259 |
| | پڑھنے والیاں | | 135183 | 10849 | 146032 |
| ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں | | | 918361 | 31218 | 949579 |
| مدنی مذاکرہ سننے والیاں | | | 213833 | 14161 | 227994 |
| روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں | | | 162021 | 7955 | 169976 |
| وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل | | | 171692 | 11287 | 182979 |
| ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ) | | | 43207 | 3260 | 46467 |

## جون 2026 میں اسلامی بہنوں کے 13 شعبہ جات میں ہونے والے کورسز و سیشنز کی مجموعی کارکردگی

| مدنی کورسز / سیشنز | مقامات | شرکا |
|---|---|---|
| | 26852 | 176045 |

## 54 واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے دسمبر 2026

1. حضور کی عمر رسیدہ صحابہ سے محبت
2. اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی مذمت
3. نیکی کرنے میں لوگوں کی پروا مت کیجئے

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 ستمبر 2026

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

# فیضانِ صحابیات مکہ ٹاور صدر کراچی

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی کرم نوازی اور امیرِ اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کی دعاؤں کے فیضان سے **فیضانِ صحابیات مکہ ٹاور فوارہ چوک، ڈسٹرکٹ صدر، کراچی ایسٹ** کا سنگِ بنیاد 17 جنوری 2025 اور باقاعدہ افتتاح 17 جنوری 2026 کو انتہائی محترم شخصیت اور ہمارے سروں کی تاج محترمہ بنتِ عطار باجی کے متبرک ہاتھوں سے ہوا جو کہ ہم سب کے لئے ذوق افزا بات ہے۔

## آفسز کی تعداد:

اس عمارت میں فنانس ڈیپارٹمنٹ کا آفس بھی قائم ہے۔

## فیضانِ صحابیات مکہ ٹاور صدر کراچی میں ہونے والے دینی کام:

- الحمدُ للہ فیضانِ صحابیات میں رہائشی کورسز، اسلامی بہنوں کے مدنی مشورے منعقد کیے جاتے ہیں، اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً اہلِ علاقہ کی سہولت کے پیشِ نظر شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔ تقریباً 23 اسلامی بہنوں نے ان کورسز سے استفادہ کیا۔
- الحمدُ للہ! یہاں ہفتے میں ایک بار درسِ قرآن بھی ہوتا ہے۔
- چھوٹی بچیوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے لئے گلی گلی مدرسۃ المدینہ لگایا جاتا ہے۔ اس وقت مُدَرِّسات 2 اور بچیوں کی تعداد 45 ہے۔ الحمدللہ اب تک 2 بچیوں نے تکمیلِ قرآن کی سعادت پائی ہے۔
- دن 3 تا 5 اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع ہوتا ہے، جس میں شرکا کی تعداد کم و بیش تعداد 30 سے 40 کے درمیان ہوتی ہے۔
- دوپہر 2 تا 4 مدرسۃ المدینہ بالغات بھی لگتا ہے۔ اس وقت مُدَرِّسات 2 اور طالبات کی تعداد 37 ہے۔ الحمدللہ اب تک 3 طالبات قرآنِ کریم مکمل کر چکی ہیں۔
- بروز پیر روحانی علاج کا بستہ بھی لگایا جاتا ہے۔









ib.darulsunnahpak@dawateislami.net